Mohamed Basheer Hape 16th March 1957
Abdul Sattar.
13th Sabar 1376.

روایات وحکایات

از

رئیس احمد جعفری

ناشران
تاج کمپنی لیمیٹڈ لاہور کراچی

اعظمی بک ڈپو

جملہ حقوق بحق تاج کمپنی لمیٹڈ محفوظ ہیں

طبعِ اوّل

سنہ ۱۹۵۱ع

حرفِ آغاز

یہ کتاب عربی زبان کے بہترین اور نایاب قصص اور روایات و حکایات پر مشتمل ہے، یہ روایات و حکایات تفریحی نہیں ہیں، سبق آموز ہیں، ان میں زیادہ تر تاریخی ہیں، کچھ نیم تاریخی، داستان اور افسانہ کا شائبہ ذرا بھی نہیں ہے۔

تاج کمپنی لمیٹیڈ شکر و سپاس کی مستحق ہے کہ وہ ایسا ادب پیش کر رہی ہے، جو تعمیری ہے، اور جس پر ہمارے مستقبل کا انحصار ہے۔

رئیس احمد جعفری

کراچی۔ ۹۔ جنوری ۱۹۵۱ء

علم کا فضل جہل پر!

(۱) عالم اور جاہل

(۲) علم اور دولت

(۳) جامع العلم

(۴) گہوارہ سے گور تک

(۵) علم اور عمل

(۶) علم بے عمل

(۷) علم اور جہل کی ذلت

(۸) جہل تاریکی ہے۔

علم کا درجہ!

(۹) روشن مثال

(۱۰) کوشش کا انجام

(۱۱) سوال و جواب

(۱۲) علم کی قیمت

(۱۳) سعی و کوشش

(۱۴) علم اور لباس

(۱۵) علم کی قیمت

(۱۶) علم کی تواضع

(۱۷) علم اور عبادت

(۱۸) علم نافع

ظلم و انتقام

عمل اور اس کی فضیلت

(۱۹) ارشاداتِ نبویؐ
(۲۰) محنت کی کمائی
(۲۱) کام خزانہ ہے
(۲۲) کام کی لذت
(۲۳) کام میں استقلال

ادب کی فضیلت

(۲۴) نسب سے بہتر
(۲۵) سونے سے عمدہ
(۲۶) ادب صدیقؓ
(۲۷) مراعات ادب
(۲۸) خلیفہ مامون کی مثال
(۲۹) عالم کا ادب
(۳۰) سید العرب
(۳۱) کمال ادب

حسنِ اخلاق!

(۳۲) اخلاق کی تعلیم
(۳۳) اسوۂ نبی
(۳۴) سلف صالح کی مثالیں
(۳۵) احمق اور عاقل

فلسفۂ حیات!

(۳۶) سترِ عیوب
(۳۷) بولنے سے پہلے سوچ لو
(۳۸) حاضر جواب
(۳۹) سقراط سے ایک سوال
(۴۰) انڈوں کی قیمت
(۴۱) دو چیزیں، اچھی بھی اور بُری بھی
(۴۲) اِنّ من البیان لسحرا
(۴۳) امام حسن کا صدقہ

سچائی کی فضیلت!

(۴۴) اخلاق الانبیاء
(۴۵) بلال کی سچائی
(۴۶) حجاج کے سامنے
(۴۷) راہِ نجات
(۴۸) معاویہؓ کے دربار میں
(۴۹) سلطان الحق

جھوٹ کا انجام!

(۵۰) امام بخاری کا واقعہ
(۵۱) گناہ سے نجات
(۵۲) معاملہ فہم قاضی
(۵۳) دروغ بے فروغ

ذہانت و ذکاوت کی مثال!

(۵۴) یحیٰی بن اکثم کی مثال
(۵۵) حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ
(۵۶) رشید اور ایک لڑکا
(۵۷) ذکاوت و فطانت
(۵۸) امین اور مامون
(۵۹) ذہین لڑکا
(۶۰) مامون اور ایک دوشیزہ

معیارِ انسانیت

(۶۱) حکیم افلاطون کا قصہ۔
(۶۲) خلیفہ ہشام کی بدزبانی
(۶۳) حضرت ابوبکرؓ کی کیفیت
(۶۴) حضرت عمرؓ کی فرض شناسی
(۶۵) عمرؓ سے زیادہ عالم
(۶۶) حضرت حسنؓ کی تواضع
(۶۷) عمرؓ بن عبدالعزیز کا انکسار
(۶۸) علم کا احترام
(۶۹) امین اور مامون کا قصہ
(۷۰) ہارون رشید اور بہلول
(۷۱) موت سے بڑھکر کوئی واعظ نہیں
(۷۲) نبوت کا مدعی
(۷۳) امیر معاویہؓ اور یزید

(۷۴) حریتِ ضمیر

وفائے عہد

(۷۵) حضرت عمرؓ اور ہرمزان
(۷۶) عہد مامون کا ایک واقعہ
(۷۷) وفائے عہد کی ناقابل فراموش مثال
(۷۸) پاسِ وعدہ
(۷۹) نعمان بن منذر اور طائی
(۸۰) مامون اور عبداللہ بن طاہر
(۸۱) کافور کی وفاداری
(۸۲) اولاد کی قربانی

حِلم و بُردباری!

(۸۳) امیر معاویہ کا حلم
(۸۴) حضرت زین العابدین کا عفو و احسان
(۸۵) ہارون رشید کی بُردباری
(۸۶) سیدالاخلاق
(۸۷) صبر ایوبی
(۸۸) نوشیروان اور بزرجمہر
(۸۹) عبدالملک اور حجاج

عدل و انصاف کے واقعات

(۹۰) حضرت عمرؓ اور قیصر روم کا سفیر
(۹۱) حضرت عمرؓ کا انصاف

(۹۲) حضرت عمرؓ اور نومسلم بادشاہ
(۹۳) حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا
(۹۴) حضرت عمرؓ کا امتحان
(۹۵) حضرت علیؓ کا عدل
(۹۶) حضرت علیؓ کا فیصلہ
(۹۷) ہارون رشید اور بلخی
(۹۸) مامون کا عدل
(۹۹) امیر معاویہؓ اور ایک عورت
(۱۰۰) ایاس بن معاویہؓ کا انصاف
(۱۰۱) عدل کی شان
(۱۰۲) سلطان صلاح الدین کا انصاف
(۱۰۳) نوشیرواں کا عدل
(۱۰۴) ابو یوسف اور معتضد باللہ
(۱۰۵) نور الدین زنگی
(۱۰۶) عدل منصول

عفو و درگذر

(۱۰۷) عفو نبویؐ
(۱۰۸) فاتح مکہ کا عفو
(۱۰۹) حق سے زیادہ بہتر اور افضل
(۱۱۰) حاتم طائی کی لڑکی
(۱۱۱) حضرت جعفر صادقؒ

(۱۱۲) قیدی یا مہمان
(۱۱۳) محمد بن عمران اور مامون
(۱۱۴) حاضر جواب مجرم
(۱۱۵) خلیفہ کا مجرم

عفت اور نزاہت

(۱۱۶) علیؓ اور بنت علیؓ
(۱۱۷) ابن ہند اور ابن فاطمہؓ
(۱۱۸) حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز
(۱۱۹) دیانت کی انتہا
(۱۲۰) خلیفہ کی بیٹیاں
(۱۲۱) کون بازی لے گیا؟
(۱۲۲) ابراہیم بن ادہم

امانت و دیانت

(۱۲۳) نبیؐ امین
(۱۲۴) امانت کا امتحان
(۱۲۵) ابو عبیدہ بن الجراح
(۱۲۶) امین تاجر
(۱۲۷) امانت دار فقیر

جود و سخا

(۱۲۸) حضرت عثمانؓ کی دریا دلی
(۱۲۹) مدینہ کا قحط۔

(۱۳۰) دریا دلوں کی کہانیاں
(۱۳۱) صلاح الدین ایوبی
(۱۳۲) دشمن سے فیاضانہ سلوک
(۱۳۳) صلاح الدین اور رچرڈ

شجاعت و شہامت

(۱۳۴) شجاعتِ رسول
(۱۳۵) حضرت علیؑ کی بہادری
(۱۳۶) فاتح خیبر کرم
(۱۳۷) ہادی اور ایک خارجی
(۱۳۸) خدا کا شکر

اقتصاد اور میانہ روی!

(۱۳۹) حضرت عمرؓ کا سوال
(۱۴۰) خلیفہ منصور
(۱۴۱) جزرسی کا نتیجہ
(۱۴۲) فقر اور خراج
(۱۴۳) صاف جواب
(۱۴۴) عجیب سوال
(۱۴۵) سچا بیٹا
(۱۴۶) حضرت سلیمان کا فیصلہ
(۱۴۷) یزید اور معاویہؓ
(۱۴۸) باپ اور بیٹا

(۱۴۹) نالائق اولاد

سمع و طاعت

(۱۵۰) بندگی کی مثال
(۱۵۱) عمرؓ اور خالدؓ
(۱۵۲) خلیفہ اور کوتوال شہر
(۱۵۳) احمد بن طولون
(۱۵۴) شرابی بادشاہ
(۱۵۵) بہترین سفارش
(۱۵۶) ادبِ شاہانہ

غیبت اور سازش

(۱۵۷) بدترین جرم
(۱۵۸) سلیمان بن عبد الملک
(۱۵۹) اچھا جواب
(۱۶۰) بُرا انجام
(۱۶۱) چغل خور
(۱۶۲) غیبت

پڑوسی کے حقوق! مشورے کے فائدے! ثبات و استقامت

(۱۶۳) امام ابو حنیفہ اور اُن کا پڑوسی
(۱۶۴) سعید بن عاص
(۱۶۵) حُسنِ سلوک
(۱۶۶) سلمٰی اور محلّب

(۱۶۷) نیت کا پھل
(۱۶۸) استقامت کی برکت

طمع و قناعت

(۱۶۹) قناعت کی شان
(۱۷۰) عجیب و غریب نسخہ
(۱۷۱) کنجوس سے سوال
(۱۷۲) بہت بڑا پیٹو
(۱۷۳) طلب دنیا کا انجام
(۱۷۴) چاہ کندہ را چاہ درپیش۔
(۱۷۵) لطیفہ

ظلم و انتقام

(۱۷۶) مومن کی فراست
(۱۷۷) حاضر جواب باورچی
(۱۷۸) منحوس کون ہے
(۱۷۹) ایک عابد اور ہارون رشید
(۱۸۰) شاعر کی نصیحت
(۱۸۱) بدترین دشمن
(۱۸۲) ابن حمران اور ابو الفضل
(۱۸۳) لطیفہ
(۱۸۴) لطیفہ

(۱۸۵) عضد الدولہ کا انصاف

بخل، ایثار، اور احسان

(۱۸۶) بخل کی بدبختی
(۱۸۷) ایثارِ علیؓ کرم
(۱۸۸) ایثار کی انتہا
(۱۸۹) لرزہ خیز ایثار
(۱۹۰) حضرت عثمانؓ اور بیت رسول
(۱۹۱) امام حسنؓ علیہ السلام
(۱۹۲) حاتم طائی کی مثال
(۱۹۳) حاتم کا دشمن

خود اعتمادی! عزتِ نفس! اور شجاعت

(۱۹۴) ہمتِ بلند
(۱۹۵) اعتمادِ نفس
(۱۹۶) عزتِ نفس
(۱۹۷) صلاح الدین ایوبی
(۱۹۸) تیمور لنگ
(۱۹۹) ابو جعفر منصور

(۲۰۰) موت کے دروازہ پر
(۲۰۱) ہارون رشید کا طبیب

ادب! ضبطِ نفس! عفو و عدل! صدق و امانت!

(۲۰۲) باپ اور بیٹا
(۲۰۳) سکندر اعظم اور اُس کا معلم
(۲۰۴) واثق باللہ کا ادب
(۲۰۵) حضرت عمرؓ کی بہو
(۲۰۶) حضرت علیؑ کی امانت
(۲۰۷) ابو ہریرہؓ اور بحرین کی آمدنی
(۲۰۸) قاضی ابو حازم کا عدل
(۲۰۹) قاضی اور خلیفہ
(۲۱۰) احنف بن قیس

اسرار و حکم

(۲۱۱) حضرت علیؑ کی وصیت
(۲۱۲) حضرت عمرؓ گھر کے اندر
(۲۱۳) رسول کا برتاؤ حیوانوں کے ساتھ

(۲۱۴) امام احمد حنبلؒ کی روایتِ حدیث
(۲۱۵) حضرت ابو بکرؓ کی استقامت

عِلم کا فضل جہل پر

(۱)

عالم اور جاہل

کوئی طالب علم ایک بڑے عالم کے دروازہ پر پہنچا اور پکارا،
"اے مردِ بزرگ، خدا نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس سے مجھے بھی نواز"
عالم نے، اسے کچھ زر نقد دیا اور ملازم کو اس کے لئے کھانا لانے کا حکم دیا، لیکن اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے، دونوں چیزیں قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا:
"میں تیرے دروازہ پر، زرنقد اور طعام لذیذ کا دریوزہ گر بن کر نہیں آیا، میں تو تیرے علم کا سائل بن کر حاضر ہوا ہوں!"
یہ سنکر عالم بہت خوش ہوا، مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر اپنا مہمان بنایا اور اُسے اپنے علم سے بہرہ مند کر دیا۔ جب طالب علم وہاں سے رخصت ہوا تو بہت خوش اور مسرور تھا، اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا:

علم بھا ری الی سواء السبیل ، خیر من مال، جـزیل !!

یعنی وہ علم جو سیدھا راستہ دکھائے، مال و دولت کی فراوانی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

کسی نے کتنی سچی بات کہی ہے:

"علم ــــ مال سے بہتر ہے، اس لئے کہ علم تمھارا نگہبان بن جاتا ہے، اور مال کی حفاظت تمھیں کرنی پڑتی ہے" ــــ اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال ــــ خرچ کرنے سے گھٹتا ہے!

---

(۲)

علم اور دَولت

حکایت ہے کہ :-

ایک دولت مند آدمی کے تین بیٹے تھے جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو بلایا اور کہا !

" موت قریب آگئی ہے، امید کی رسی کٹ رہی ہے، جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو میری وصیت نہ بھولنا :-

۱۔علم حاصل کرنا۔

۲۔استقلال اور حلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا،

۳۔صحت کا خیال رکھنا

۴۔اپنی اور میری آبرو پر حرف نہ آنے دینا۔

باپ کے انتقال کے بعد دونوں بڑے بھائیوں نے، چھوٹے بھائی سے جھگڑا کیا، سارا مال آپس میں بانٹ لیا، اور اس غریب کو خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا، چھوٹے بھائی نے پرواہ بھی نہ کی اس کے

سامنے صرف باپ کی وصیت تھی، وہ جانتا تھا، مایا چلتی پھرتی چھاؤں ہے، اور علم وہ چیز ہے جس پر کبھی زوال نہیں آ سکتا اس نے سطے کر لیا علم حاصل کرے گا۔ پس وہ بڑے بڑے علما، اور فضلا کے دامن سے چپٹ گیا، اور آخر کار مراد کو پہنچا، اور خود بھی صاحب علم و فضل بن گیا۔

اب دونوں بڑے بھائیوں کا ماجرا سنیئے، دولت نے ان کی آنکھ پر پٹی باندھ دی، وہ غلط راستے پر جا پڑے اور خود اپنے ہی کرتوتوں سے ہلاکت اور بربادی کے دہانے پر پہنچ گئے، گناہ اور عیاشی میں پڑ کر شیطان کا نمونہ بن گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کوڑی کو محتاج ہو گئے، صبح کھا لیا تو شام کا کچھ ٹھیک نہیں!

چھوٹے بھائی کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو باپ کی وصیت کے پیش نظر وہ تمام پچھلی باتوں کو فراموش کر کے دونوں بھائیوں کے پاس گیا، ان کے ادب سے ہاتھ چومے، الٹے خود ان سے اپنی ناکردہ خطاؤں کی معافی مانگی، ان دونوں نے بھی شرما حضوری میں اپنی غلطیوں کی معذرت کی، چھوٹے بھائی نے خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے دونوں بڑے بھائیوں کی ہر غلطی معاف کر دی اور خوش ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا؛

"ہم علم پر قانع ہیں جو ہم میں ہمیشہ رہے گا، اور جو لوگ دولت کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ جاہل ہیں۔

کیونکہ دولت آنی جانی چیز ہے، جو بہت جلد فنا ہو جائے گی اور علم باقی رہنے والا اور لازوال ہے!"

---

(۳)

جَامع العِلم

ایک عالم کی نظر، ایک جاہل دولت مند پر پڑی، جو زرق برق کپڑے پہنے ایک شاندار گھوڑے پر سوار، سڑک پر ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا۔ سراپا غرور، دولت کے نشہ میں چور، عالم نے اپنے ساتھی سے کہا "ذرا اس بے وقوف کو دیکھو، کیسے زرق برق کپڑے پہنے گھوڑے کی سواری کر رہا ہے؟"

ساتھی نے جواب دیا،

"اس شخص کی مثال، اس مورت کی سی ہے، جو نہایت مکروہ ہو لیکن سونے کے پانی کی پالش اس پر کر دی گئی ہو، اگر یہ شخص ریشم کے کپڑوں میں ملبوس نہ ہوتا، اس کے سر پر عمامہ نہ ہوتا اور یہ گھوڑے کا مالک نہ ہوتا، تو اس کی بہترین اور موزوں ترین جگہ اصطبل تھی!"

عالم نے یہ سنکر کہا:

"سچ کہتے ہو، عقلمند عالم نفس کا غنی اور دولتِ علم سے مالا مال ہوتا ہے

اور مردِ جاہل اگرچہ اپنے دروازے پر سونے کے پتر چڑھالے، گھر کو زبر جد کا بنالے، اعلیٰ سے اعلیٰ ریشم اور دیباہ کے کپڑے پہنے پھر بھی لوگوں کی نظر میں وہ وقعت اور منزلت نہیں حاصل کرسکتا، نہ اس کا نام ہوسکتا ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

" علم خزانہ ہے، جو کبھی فنا نہیں ہوسکتا، نہ اس سے بڑھ کر کوئی رفیق اور دمساز ہوسکتا ہے۔

ایک آدمی مال بڑی محنت سے جمع کرتا ہے، پھر اس سے محروم بھی ہوجاتا ہے اور ذلت کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص علم کا جامع ہوتا ہے، اس سے لوگ حسد نہیں کرتے، رشک کرتے ہیں، اور یہ وہ دولت ہے، جو نہ چھینی جاسکتی ہے، نہ ختم ہوسکتی ہے۔

اے علم والے، کتنی اچھی دولت تو نے جمع کی ہے، جس کا مقابلہ نہ سونا کرسکتا ہے، نہ موتی! نہ ہیرے، نہ جواہر، کوئی چیز بھی نہیں۔

(۴)

گہوارہ سے گور تک!

حکایت ہے کہ :-

ابراہیم بن مہدی ایک روز، مامون کے پاس آیا، اس کے پاس کئی عالم بیٹھے، مسائل فقہہ پر بات چیت کر رہے تھے، مامون نے ابراہیم سے کہا،

"اے چچا ان لوگوں کی باتوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

ابراہیم نے جواب دیا:

"اے امیر المومنین، ان باتوں کا زمانہ گزر گیا، اب میں بوڑھا ہونے کو آیا!"

مامون نے پوچھا،

"تو اب آپ کیوں نہیں یہ علوم سیکھتے؟"

وہ بولا؟

"اب بڑھاپے میں؟ ـــــــ بوڑھے طوطے بھی کہیں پڑھے ہیں؟"

مامون نے جواب دیا۔

"ہاں خدا کی قسم طلبِ علم میں موت کا آجانا، اس زندگی سے بہتر ہے جو جہل پر قانع ہو!"

ابراہیم نے دریافت کیا،

"مجھے طلب علم کا سلسلہ کب تک جاری رکھنا چاہیے؟"

مامون نے کہا

"جب تک زندگی ساتھ دے، ـــــــ علم حاصل کرنے کا سلسلہ گودسے لے کر قبر تک جاری رہنا چاہیئے۔"

---

(۵)

علم اور عمل

ایک بہت بڑے عالم نے تیرنا سیکھنے کا ارادہ کیا، اس نے فن تیراکی پر بہت سی کتابیں جمع کیں، اور انھیں بڑی توجہ سے پڑھ ڈالا، اپنے کمرہ میں، کبھی بستر پر کبھی فرش پر، وہ تیرنے کی مشق بھی کیا کرتا تھا، رفتہ رفتہ اس نے یقین کر لیا کہ اب اُسے اچھی طرح تیرنا آ گیا اور بغیر کسی اندیشہ کے وہ دریا یا سمندر میں تیر سکتا ہے۔

ایک روز اُس نے اپنے تمام شاگردوں، دوستوں اور ہم عصر علما کو جمع کیا، کہ ان سب کے سامنے دریا میں تیر کر اپنی تیراکی کے جوہر دکھائے، سب لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے۔ وہ سب کو لے کر دریا کے کنارے آیا، اور سب کو کنارے چھوڑ کر، دھڑام سے دریا میں کود پڑا، لیکن موجوں نے اُسے زیر و زبر کر دیا، کبھی وہ اوپر آتا، کبھی نیچے، وہ اب تیرنے کے بجائے

ڈوب رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ غرق دریا ہو جائے، کہ بعض تیراک دریا میں کود دے اور بڑی مشکلوں سے اُسے موجوں کے پنجہ سے چھڑا کر لائے!

یہ شخص اگر دریا میں کودنے سے پہلے، علم کو عمل کی کسوٹی پر کس لیتا، اور تجربہ حاصل کرکے، تیرتا تو ضرور کامیاب ہوتا، کیونکہ علم اور عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے!

---

(۶)

علمِ بے عمل

بادشاہ کا دربار سجا ہوا تھا۔ ارد گرد بہت سے عالم جمع تھے۔ اتنے میں ایک بڑا حاکم حضورِ شاہ میں باریاب ہوا، جو بہت کم پڑھا لکھا تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا،

"کاش تم بھی علم کی لذّت سے آشنا ہوتے، کیونکہ رتی برابر علم جاہل کے ایک ہزار سال کے جہاد سے افضل ہے!"

حاکم نے دست بستہ گزارش کی:

"میرے مالک آپ نے سچ فرمایا، لیکن ایسے علم سے کیا فائدہ جو عمل سے ناآشنا ہو، علم بے عمل ویسا ہی ہے، جیسے بغیر شہد کے شہد کی مکھی اور بے عمل عالم کی مثال اس مشعلچی کی سی ہے جو اپنی مشعل سے دوسروں کو تو راستہ دکھاتا ہو، لیکن خود اس روشنی سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو۔"

(۷)

علم اور جہل کی ذلّت

ایک طالب علم سبق چھوڑ چھاڑ، مدرسہ سے بھاگ کھڑا ہوا، ایک باغ میں پہنچا، اور ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر قدرت کا کرشمہ دیکھنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد دیکھتا کیا ہے، درخت پر ایک گوریا بیٹھی، اپنے بچوں کو اڑنا سکھا رہی ہے، پہلے شاخ کے نشیمن سے وہ نکلی، پھر بچہ کو دکھاتی ہوئی نیچے کی شاخ سے اوپر والی شاخ پر اڑ کر بیٹھ گئی، وہاں سے پھر اڑی، اور پاس والی شاخ پر پہنچ گئی پھر اڑی، اور، ایک دوسری شاخ پر جو بہت دور تھی، جا کر بیٹھ گئی، وہ بچہ برابر ماں کی پیروی کی کوشش کرتا رہا، یہاں تک کہ اس میں یہ قدرت پیدا ہوگئی کہ ایک شاخ سے پھدک کر، پاس والی شاخ پر جا بیٹھے، پھر وہ چڑیا اس بچہ کو چھوڑ کر اڑی اور دوسرے بچہ کو لے آئی اور اُسے بھی سکھانے لگی، یہ بچہ پہلے ذرا جھجکا، اس کے پر ڈگمگائے، ایک آدھ دفعہ گر بھی پڑا، لیکن تھوڑی دیر میں

اپنے بھائی کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ اُڑنے اور گانے لگا،
اب یہ ساری وسیع وعریض فضا اس کے گھر کا صحن تھی، جہاں
وہ پھدکتا تھا، اڑتا تھا، گاتا تھا۔

یہ تماشہ دیکھتے دیکھتے طالب علم کے دل میں خیال آیا:۔
"اگر اپنی زندگی کا مختصر سا حصہ، اس پرندے کی طرح میں
سیکھنے میں صرف کر دوں، تو کیا اسی کی طرح، پھر ساری زندگی اطمینان
اور عافیت کے ساتھ بسر نہ کرسکوں گا؟"

یہ سوچ کر وہ مدرسہ واپس گیا، اور بہت جلد، سیادت اور سعادت
حاصل کر لی، امام شافعی نے اپنے اشعار میں کیا خوب کہا ہے،
"جو تھوڑی دیر کے لئے سیکھنے کی ذلت نہیں برداشت کرتا وہ
زندگی بھر جہالت کی ذلت برداشت کرنے پر مجبور رہتا ہے!"

ایک آدمی نے ارسطو سے کہا:
"علم کی مشقت برداشت کرنے کی مجھ میں تاب وطاقت نہیں۔"
ارسطو نے جواب دیا۔
"پھر ساری زندگی، ذلت برداشت کرتے رہو!"

(۸)

جہل تاریکی ہے

کسی جاہل نے دیکھا کہ بعض لوگ جب کچھ لکھتے پڑھتے ہیں، تو عینک لگا لیتے ہیں، یہ دیکھ کر اس کے دل میں خیال آیا ہو نہ ہو یہ اسی عینک کی برکت ہے، جو انہیں لکھنا پڑھنا سکھا دیتی ہے۔

یہ سوچتے ہی وہ فوراً بازار گیا، عینک کی دوکان پر پہنچا اور کہا

"عینک خریدنی ہے!"

دوکاندار نے بہت سی عینکیں لا کر سامنے ڈھیر کر دیں اور کہا

"پسند کر لیجئے!"

جاہل نے ایک عینک اٹھائی، اُسے ناک پر رکھا، سامنے ایک کتاب رکھی تھی، اسے اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا، لیکن کچھ بھی نہ پڑھ سکا، دوکان والے نے کہا،

"یہ عینک تو ٹھیک نہیں!"

دوکاندار نے دوسری عینک پیش کی،

"اِسے ملاحظہ کیجیے!"

جاہل نے یہ عینک بھی کھٹ سے ناک پر رکھی اور پڑھنا شروع کر دیا لیکن اب بھی وہی ڈھاک کے تین پات، کیا مجال ہے جو الف بے کا فرق بھی عینک سے معلوم ہوا ہو۔ جاہل نے بڑی کوشش کی یہ عینک ایک حرف ہی پڑھا دے، لیکن بالکل ناکامی ہوئی، ایک حرف بھی عینک نہ پڑھا سکی۔ آخر اس نے ذرا جھنجھلا کر، دوکاندار سے کہا،

"یہ تو پہلی عینک سے بھی بدتر ہے!"

وہ بھی جلا بیٹھا تھا، اس نے کہا،

"پڑھنا لکھنا آتا بھی ہے؟"

وہ بولا

"بالکل نہیں ——— اگر پڑھنا لکھنا آتا ہوتا، تو عینک خریدنے یہاں کیوں آتا؟"

یہ سنکر دوکاندار ہنس پڑا جو دوسرے لوگ دوکان میں موجود تھے وہ بھی اپنی ہنسی نہ روک سکے، ایک آدمی نے کہا:۔

"یہ دوکان مدرسہ نہیں ہے۔ اور اگر وہی بات ہوتی جو تم سمجھ رہے ہو کہ عینک پڑھنا لکھنا سکھا دیتی، تو آج دنیا میں ایک جاہل بھی نہ ہوتا۔"

علم کا درجہ

(۹)

روشن مثال!

مسٹر ہوور، ولایات متحدہ امریکہ کے صدر رہ چکے ہیں، ہر اخبار بین اور سیاستداں شخص ان سے اچھی طرح واقف ہے، اس وقت وہ دنیا کے ان چند بڑے لوگوں میں ہیں، جن کی رائے کو بین الاقوامی معاملات میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے!

لیکن ان مسٹر ہوور کی زندگی کی ابتدا کیا تھی؟ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے!

زندگی کے ابتدائی دنوں میں یہ ہاکر تھے اور سڑکوں پر اخبار بیچا کرتے تھے، لیکن پڑھنے لکھنے کا شوق بھی بہت تھا، اس کام سے جو وقت بچتا تھا، اُسے مطالعہ اور حصولِ علم میں صرف کرتے تھے، ذہن اور دماغ بھی بڑا اچھا پایا تھا، بہت جلد ترقی کرلی، رفتہ رفتہ سیاست کے میدان میں آئے اور اتنے اونچے گئے کہ آخر امریکہ کی صدارت تک کے منصب پر فائز ہوئے، اور بہت کامیاب رہے!

(۱۰)

کوشش کا انجام

ایک لڑکا سیر کے لئے اپنی بڑی بہن کے ساتھ جا رہا تھا، چلتے چلتے تھوڑی دیر کے بعد وہ رونے لگا، بہن نے پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

وہ اور زیادہ رونے لگا، بہن نے پھر پوچھا

"کچھ کہو تو رونے کا سبب کیا ہے؟"

وہ بولا:

"کلاس میں استاد نے ایک لمبی سی نظم زبانی یاد کرنے کا لڑکوں کو حکم دیا ہے، اور کہا ہے جو یاد کر لائے گا اُسے بڑا اچھا انعام دیا جائے گا، میرا انعام لینے کو بڑا جی چاہتا ہے لیکن نظم اتنی لمبی ہے کہ کسی طرح یاد نہیں ہوتی!"

بہن نے کہا

"بس، اتنی سی بات؟"

پھر وہ چیونٹی کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی :

" دیکھو کتنی مشکل سے یہ چیونٹی، درخت پر چڑھ رہی ہے؟ اس کی رفتار کتنی سست ہے ؟ اور اس کی منزل کتنی دور ہے۔ یہ چڑھتے چڑھتے گر بھی پڑتی ہے اور پھر چڑھنے لگتی ہے، یہاں تک کہ یہ جہاں پہنچنا چاہتی ہے وہاں پہنچ کر ہی دم لے گی !"

لڑکا سنتا رہا، بہن نے کہا۔

" جانتے ہو اس کی کامیابی کا راز کیا ہے ؟ صرف مسلسل کوشش — اگر تم بھی تھوڑی تھوڑی نظم ہر روز یاد کرو، اور مسلسل یاد کرتے رہو، تو بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے، اور پوری نظم بڑی اچھی طرح تمھیں یاد ہو جائے گی !"

یہ بات لڑکے کے دل میں جم گئی یہاں تک کہ چند روز میں وہ ساری نظم، حرف بہ حرف اسے ازبر یاد ہو گئی، جب امتحان کا وقت آیا، تو وہ سب سے آگے رہا۔ استاد نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور انعام دیا،

حدیث میں آیا ہے،

" جو کوشش کرے گا، وہ پائے گا !"

(۱۱)

سوال و جواب

استاد نے بڑی عمر کے ایک کند ذہن طالب علم سے پوچھا

"تمھیں کس نے پیدا کیا؟"

وہ جواب نہ دے سکا، اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، استاد نے پھر پوچھا۔

"بتاؤ، تمھیں پیدا کرنے والا کون ہے؟"

وہ بولا

"میرے ماں، باپ!"

استاد نے یہی سوال ایک دوسرے لڑکے سے کیا، جو پہلے سے بہت چھوٹا تھا، اس نے چھوٹتے ہی کہا

"اللہ نے"

استاد نے اُسے شاباش دی، اور پھر بڑی عمر کے لڑکے سے کہا:۔

"یہ تم سے چھوٹا ہے، لیکن اس نے کتنا اچھا جواب دیا، تم سے یہ جواب کیوں نہ بن پڑا؟"

وہ کہنے لگا:-

"مجھے پیدا ہوئے زیادہ زمانہ گزرا، لہٰذا میں بھول گیا، کسنے مجھے پیدا کیا ہے؟ اور یہ چھوٹا لڑکا، میرے بعد پیدا ہوا، لہٰذا اسے یاد ہے اس کا خالق کون ہے؟"

یہ جواب سنکر استاد، اور طلبہ سب ہنس پڑے اور سب نے فیصلہ کیا، یہ پرلے درجہ کا جاہل ہے، اور دنیا میں کبھی ترقی نہیں کرسکتا!

پھر استاذ نے، ذیل کے یہ شعر پڑھ کر سنائے۔

اخو العلم حی خالد بعد موته * واوصاله تحت التراب رمیم
وذو الجهل میتٌ وهو ماشٍ علی الثری * یظن من الاحیاء وهو عدیم!

یعنی:- صاحب علم مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے حالانکہ اس کا گوشت پوست، زمین کے نیچے خاکستر ہو چکتا ہے

اور جاہل اگرچہ زمین پر چلتا پھرتا ہے لیکن مردہ ہوتا ہے اگرچہ اپنے بارے میں اس کا گمان بھی ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے حالانکہ وہ معدوم ہے۔

---

(۱۲)

علم کی "قیمت"!

ایک دولت مند شخص، یونان کے ایک حکیم کے پاس پہنچا اور اس سے درخواست کی کہ "آپ میرے بچے کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت اپنے ذمہ لیجئے!"

حکیم نے کہا:

"معاوضہ کیا دوگے؟"

امیر نے کہا،

"فرمایئے کیا لیں گے آپ؟"

وہ بولا

"پانچسو نقرئی سکے!"

یہ سنکر امیر کی تیوریاں چڑھ گئیں، اس نے اس حقیر رقم کو بہت بڑا معاوضہ سمجھکر ذرا غصہ کے ساتھ کہا.

"اس سے کم رقم میں تو میں ایک غلام خرید سکتا ہوں!"

حکیم نے اس مہمل بات کے جواب میں کہا،

"ضرور خرید لیجئے، تاکہ آپ دو غلاموں کے مالک بن جائیں!"

یعنی ایک نیا غلام، اور دوسرے خود یہ صاحبزادے، کیونکہ جاہل امیر بھی، جہالت کا غلام ہی ہوتا ہے۔

(۱۴)

علم اور لباس

ایک کسان زادے کو علم کا بڑا شوق تھا، وہ آبائی پیشہ میں بھی مصروف و منہمک رہتا تھا اور تحصیل علم کے لئے بھی سرگرداں رہتا تھا، ایک روز وہ امتحان دینے کے لئے گاؤں سے شہر آیا چھوٹا سا قد بلے بلے جوتے، ہاتھ میں ایک موٹی سی لکڑی بہت بڑا اور مضحکہ خیز عمامہ، جیسے ہی وہ امتحان کے ہال میں داخل ہوا لڑکوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، طرح طرح کے فقرے بیچارے پر چست کئے جانے لگے، لیکن وہ اللہ کا بندہ نہ ہنسا نہ رویا، نہ اس نے کسی بات کا جواب دیا، چپ چاپ ان لڑکوں کے مذاق کا ہدف بنتا رہا اور اپنی جگہ بت کی طرح جما بیٹھا رہا، یہاں تک کہ اس کی باری آئی۔

جب وہ استاد (ممتحن) کے سامنے آیا تو سب ہی چوکس ہو کر بیٹھ گئے، اور ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو گئے، اب تک وہ چپ چاپ بیٹھا تھا۔

اس کی نظر ممتحن کی طرف اور توجہ سوالات کی طرف تھی، اب وہ ہوشیار ہو بیٹھا ہر ہر سوال کا نہایت نپا تلا جواب اس نے دیا، کہیں بھی چوک نہیں ہوئی غلطی نہیں کی، حالانکہ سوالات پیچیدہ بھی تھے اور مشکل بھی، نہ اس میں کسی قسم کی جھجک تھی، نہ اس کی زبان میں لکنت تھی، ہوش و حواس کی پوری صحت اور سلامتی کے ساتھ ہر ہر سوال کا نہایت معقول اور موزوں جواب متانت اور سنجیدگی سے وہ دے رہا تھا، یہ رنگ اور اس کی ذہانت اور حاضر جوابی کی یہ کیفیت دیکھکر تمام حاضرین دنگ رہ گئے کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ یہ بے ہنگم سا غریب اور نادار لڑکا جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس بیٹھا ہے اس طرح اپنی ذکاوت کا سکہ سب پر بٹھا دے گا۔

نتیجہ جب شائع ہوا، تو یہ لڑکا سب سے اول آیا، سب پر بالا رہا، اس کے ساتھیوں اور ہم جماعتوں نے یقین کر لیا آدمی کی اصل قدر و قیمت اس کے علم و دماغ سے ہوتی ہے نہ کہ لباس اور فیشن سے!

---

(۱۵)

علم کی قیمت

امام ابو حنیفہ کے صاحبزادے، حمآد نے، سورۂ فاتحہ ختم کر لی تو امام نے معلّم کو ایک ہزار درہم عطا کئے، معلم نے امام سے کہا:

"میں نے کون سا ایسا بڑا کام کیا ہے کہ اتنی بڑی رقم آپ نے عطا فرما دی؟"

امام نے معلّم کو جواب دیا،

"تم نے میرے بچہ کو جو کچھ سکھایا ہے اُسے حقیر مت سمجھو، خدا کی قسم اگر میرے پاس اس سے زیادہ رقم ہوتی، تو میں بے تامّل وہ بھی دے ڈالتا!

(۱۶)

علم کی تواضع

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ مدینہ منورہ پہنچا، اُسے معلوم ہوا، یہاں ایک صاحب امام مالک ہیں، جو بہت بڑے عالم حدیث ہیں، لوگوں کو اپنی کتاب "مؤطا" کا درس دیتے ہیں اور لوگ جوق در جوق اس میں شریک ہوتے ہیں، خلیفہ کو یہ سُنکر مؤطا کا اشتیاق ہوا اس نے امام کو پیام بھیجا کہ آپ مؤطا لے کر حاضر دربار ہوں تاکہ میں اُسے سن سکوں؛

امام مالک نے خلیفہ کے قاصد سے کہا،

"خلیفہ کو میرا سلام کہنا، اور کہنا علم خود کہیں نہیں جاتا لوگ اس کے پاس آتے ہیں!"

خلیفہ کو جب یہ پیام پہنچا تو وہ جز بز ہوا، ذرا دیر میں خود امام مالک وہاں آ گئے خلیفہ نے سرو قد کھڑے ہو کر تعظیم کی اور کہا

"میں نے آپ کو بلایا، مگر آپ نے انکار کر دیا۔"

امام مالک نے کہا ،

" میری خواہش یہ ہے کہ امیر المؤمنین علم کو سربلند کریں تاکہ خدا انھیں سرفراز کرے !"

خلیفہ امام مالک کے پاس مسند پر بیٹھ گیا تاکہ مؤطا کی قرأت سنے ، امام مالک نے خلیفہ سے کہا

" اے امیر المؤمنین ، ہم لوگ علم کی تواضع پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں !"

خلیفہ یہ سنکر مسند سے نیچے اتر آیا ، اور امام کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گیا !

---

(۱۷)

عِلم اور عبادت

امام حنبل، امام شافعی کی بڑی عظمت کرتے تھے، اکثر اپنی مجلسوں میں موصوف کے علم و فضل کی تعریف کیا کرتے تھے، امام حنبل کی ایک صاحبزادی تھیں، بڑی عالمہ اور صالحہ، رات کو عبادت کرتیں، دن کو روزے رکھتیں، عالموں اور زاہدوں کے حالات پڑھتیں اور سنتیں، اپنے والد سے امام شافعی کا ذکر سنتے سنتے ان کی نادیدہ مشتاق ہو گئیں۔

اتفاقاً ایک روز، امام شافعی، امام حنبلی کے ہاں آئے امام حنبل کی صاحبزادی کو اس محترم مہمان کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی، وہ سوچنے لگیں اتنے بڑے یگانۂ عصر عالم کی باتیں سنیں گی اور اس کے طور طریقے دیکھیں گی، جب رات ہوئی تو امام حنبلی ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے، اور امام شافعی اپنے بستر پر جا کر سو گئے۔

صبح کو، امام حنبلی کی صاحبزادی نے اپنے پدر محترم سے کہا،

"آپ امام شافعی کی اتنی بڑائیاں بیان کرتے ہیں، لیکن میں تو ساری رات جاگتی رہی، میں نے تو انھیں ذکر و ورد میں ذرا بھی مشغول نہیں پایا!"

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ امام شافعی آگئے، امام حنبلی نے ان سے پوچھا:

"کہئے رات کیسی گزری؟"

امام شافعی نے جواب دیا،

"بڑی اچھی، بڑی مبارک!"

امام حنبل نے دریافت کیا،

"وہ کس طرح؟"

امام شافعی نے فرمایا،

"آج کی رات میں نے بہت سے مسائل فقہی بستر پر لیٹے لیٹے مرتب کر ڈالے!"

یہ باتیں کر کے امام شافعی چلے گئے امام حنبل نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا:

"دیکھا تم نے؟ انھوں نے سوتے میں جو کام کر ڈالا، وہ میں جاگتے میں نہ کر

(نورالابصار)

(۱۸)

علمِ نافع

ابو علی الحسن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ :-

امام ابو یوسف، جب امام حنیفہ کے پاس تھے، تو عسرت اور فلاکت کی زندگی بسر کرتے تھے، حتیٰ کہ کبھی کبھی امام ابو حنیفہ کے فیض صحبت کا سلسلہ منقطع کرنے پر وہ تلاش معاش کے سلسلہ میں مجبور ہو جایا کرتے تھے، فقر و فاقہ کے باوجود امام ابو یوسف کا شوق علم دیکھکر ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ نے انھیں دعا دی کہ تم ہمیشہ عیش و تنعّم کی زندگی بسر کروگے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ ہارون رشید کے قاضی القضاۃ بن گئے، اور اپنی فراخ دستی کے زمانہ میں بھی اپنے استاد کی دعا کو یاد کرکے اظہار شکر کیا کرتے تھے! اس کثرت شکرگزاری کا سبب ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے دریافت کیا، آپ نے سارا ماجرا، اور اپنے استاذ امام

ابو حنیفہ کی دعا کا قصہ بے کم و کاست بیان کر دیا، جس سے وہ بہت متاثر ہوا!'

عمل اور اُسکی فضیلت

(۱۹)

اِرشاداتِ نبویؐ!

سب سے پہلے ہم اسوۂ نبوی پیش کرتے ہیں، کہ خدا نے خود اپنے کلام میں فرمایا ہے، "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۂ حسنہ" ایک اثر میں وارد ہوا ہے:۔

غزوہ خندق میں آنحضرت نے مہاجرین اور انصار کے دوش بدوش، خندق کی کھدائی میں حصہ لیا، کبھی آپ ان کے ساتھ مل کر مٹی اٹھاتے، کبھی خندق کے کھودنے میں حصہ لینے لگتے گاہے گاہے آپ بعض اشعار بھی پڑھتے تھے۔

امام بخاریؒ کی روایت ہے:۔

"صحابہ خندق کھود رہے تھے، مٹی اپنی پیٹھ پر ڈھو رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

اللھم ان العیش، عیش الآخرہ

فاغفر لانصار والمہاجرہ!!

"یا رسول اللہ، اللہ نے مجھے برکت دی"

آپ نے فرمایا:-

"یہ اس سے اچھا ہے کہ تم قیامت کے دن فقیر بن کر حاضر ہوتے!"

---

(۳)

ایک قریشی آپ کے پاس مال طلب کرتا ہوا آیا، آپؐ نے اس کی حاجت پوری کر دی پھر فرمایا،

"اونچا ہاتھ (دینے والا ہاتھ) نیچے ہاتھ (لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے!

ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا۔

"اللہ اس بندہ کو پسند کرتا ہے، جو اپنے لوگوں کی مدد سے بے نیاز ہو کر اپنی روزی محنت سے کماتا ہے!"

حضرت فاطمہ زہراؓ ایک روز حسب معمول بیٹھی ہوئی چکی پیس رہی تھیں، آپ کی انگلیاں چکی پیتے پیتے زخمی ہوگئی تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا، اتنے میں آپ کے شوہر حضرت علیؓ تشریف لے

آئے، آپ نے ان سے شکایت کی، آپ نے کہا، آنحضرتؐ سے کہو، وہ کسی خادمہ کا بندوبست کردیں گے۔"

حضرت فاطمہؓ آنحضرتؐ کے پاس آئیں اور ان سے عرض کیا،

"یارسول اللہؐ، مجھے ایک خادمہ کی ضرورت ہے جو کام کاج میں میرا ہاتھ بٹائے، اور گھر کے دوسرے کاموں میں میری مدد کرے۔"

آنحضرتؐ نے اپنی چہیتی اور محبوب بیٹی کو نصیحت کی کہ اپنے سارے کام خود ہی انجام دے لیا کرو، کسی دوسرے کی محتاجی ٹھیک نہیں پھر آپ نے ایک دعا بتائی کہ اگر اسے تین مرتبہ پڑھ لیا کرو گی تو تھکن سے محفوظ رہو گی، وہ دعا یہ تھی

"سبحان اللہ، والحمدللہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر!"

حضرت فاطمہ نے ساری زندگی بغیر خادمہ کے گزار دی!

---

(۲۰)

محنت کی کمائی

ایک دانا حکیم کی روایت ہے کہ :-

ایک مرتبہ میرے سامنے ایک فقیر آیا، اس نے سوال کیا، میں نے ایک روپیہ دے دیا سامنے ہی ایک اور آدمی کھڑا تھا اس نے فقیر سے کہا،

"میاں یہ بھیک کی ذلت گوارا کرتے تمھیں شرم نہیں آتی ؟ اگر مانو تو ایسی ترکیب بتاؤں کہ لکھ پتی ہو جاؤ !"

مردِ بزرگ کی اس بات پر مجھے بھی ہنسی آگئی، اور وہ فقیر بھی ہنس پڑا، اُس آدمی نے سنجیدگی سے کہا

"تم دونوں شاید اس لئے ہنس رہے ہو کہ میری بات پر تمھیں یقین نہیں آیا ؟"

پھر اس نے کہا "

"ایک زمانہ تھا کہ میں بھی بھیک مانگا کرتا تھا اور راستہ چلنے والو[ں] کے دامن پکڑ کر ان سے خیرات طلب کیا کرتا تھا، لیکن بھیک کی

ذلت طبعاً مجھے ناگوار تھی، میرے پاس جب کچھ روپے جمع ہو گئے تو میں نے پرانے کپڑوں کا بیوپار شروع کر دیا، احتیاط کی زندگی بسر کرتا، کماتا بھی، کھاتا بھی، اور جمع بھی کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ میرا کاروبار چمک اٹھا اور اب خدا کے فضل سے اپنے وطن کے چند چوٹی کے سرمایہ داروں میں سے ایک میں بھی ہوں!

وہ تو یہ کہکر چلا گیا، میں نے دیکھا وہ فقیر جسے میں نے ابھی روپیہ دیا تھا، اپنی جگہ پر چپ چاپ کھڑا کچھ سوچ رہا ہے، میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اور اپنا راستہ لیا۔

بیس برس گزر گئے!

ایک مرتبہ ایک دور دراز شہر میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا، ایک روز کسی ضرورت سے ایک بڑی دوکان میں میں داخل ہوا جس کی مالیت لاکھوں روپیہ سے متجاوز ہو گی، مالک کی جگہ پر جو شخص بیٹھا تھا اُسے دیکھتے ہی خیال ہوا، اسے میں نے کہیں ضرور دیکھا ہے، وہ بھی مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے سوچ رہا ہو میری اس کی شناسائی ہو چکی ہے، تھوڑی دیر میں ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے:

آپ نے پہچانا یہ کون شخص تھا؟

وہی فقیر، جسے میں نے ایک دن روپیہ دیا تھا!
ہم دونوں میں گھل مل کر باتیں ہونے لگیں اور اس نے بتایا
کہ کس طرح اُس مرد بزرگ کی باتوں سے وہ متاثر ہوا پھر تھوڑا
بہت پس انداز کر کے ایک نئے شہر میں کاروبار کی طرح ڈالی
اور بالآخر خدا نے کامیاب کر دیا! اس لئے کہ عمل رائگاں نہیں جاتا!

---

(۲۱)

کام خزانہ ہے!

حکایت ہے:۔

ایک شخص کا بہت بڑا باغ تھا، اسی کی رکھوالی میں وہ اور اس کے بیٹے لگے رہتے تھے! بوڑھا جب مرنے لگا تو اس نے اپنے لڑکوں کو بلایا، اور کہا:۔

"اس باغ میں بہت بڑا خزانہ ہے، میں اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں، تم جانو اور تمھارا کام، لیکن میری یہ تمنا ضرور ہے کہ تم س کی تلاش سے غافل نہ ہونا، اگر پا گئے، تو زندگی بھر مزے کرو گے!"

باپ کے مرنے کے بعد، لڑکوں نے سارا باغ کھود ڈالا اس سے فائدہ تو ضرور ہوا کہ اس کی پیداوار بڑھ گئی، آمدنی میں اضافہ گیا، لیکن خزانہ نہ ملنا تھا نہ ملا، لڑکے آپس میں کہنے لگے کوئی نہ تو ہم نے چھوڑا نہیں لیکن وہ خزانہ آخر گیا کہاں؟

ان میں جو سب سے سمجھدار لڑکا تھا اس نے کہا۔

"والد کا مطلب خزانہ سے روپیہ نہیں تھا، بلکہ خود یہ باغ تھا، ہم نے اس کی اچھی طرح رکھوالی کی، تو اس کی پیداوار اور ہماری آمدنی میں اضافہ ہوگیا، کیا یہ بجائے خود ایک خزانہ نہیں ہے؟ ضرور ہے، کیوں کہ کام ہی تو اصل خزانہ ہے!"

(۲۲)

کام کی لذّت

ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ایک کارخانہ میں داخل کر دیا اور تاکید کی کہ ہر شام کو جو اجرت ملے وہ لا کر حوالہ کر دے۔

لڑکے کی ماں، جہالت کے ساتھ اپنے بچہ پر جان چھڑکتی تھی اُسے یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کا بچہ کارخانے میں کام کرے اور محنت و مشقت کی زندگی بسر کرے، اس نے بچہ سے کہہ دیا:

"تو خوب کھیلا کر، میں شام کو اجرت دے دیا کروں گی، تو اپنے باپ کو دے دیا کرنا!"

یہی ہونے لگا!

لڑکا دن بھر اِدھر اُدھر مٹرگشت کرتا اور طرح طرح کے کھیل کھیلا کرتا، شام ہوتے ہوتے گھر آجاتا، ماں سے مزدوری لیتا اور چپ چاپ جا کر باپ کو دے آتا، باپ اجرت لے کر زور سے کھڑکی کی طرف پھینک دیتا، گویا اس نے یہ اُجرت

ضائع کر دی، لیکن آنکھ بچا کر، اسے اپنے پاس رکھ لیتا اور پھر حفاظت واحتیاط کے ساتھ ایک صندوق میں بند کر دیتا!

اسی طرح بہت دن گزر گئے!

یہاں تک کہ ماں کی جمع جتھا ختم ہو گئی اور اس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ رہ گئی، ایک روز اس نے اپنے بچہ کو بلایا اور کہا،

"بیٹا میرے پاس جو کچھ پونجی تھی، وہ بالکل ختم ہو گئی، اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ اب تو کارخانہ جایا کر، بغیر اس کے کام نہیں چلے گا!"

باپ کے ڈر سے مجبوراً بیٹے کو ماں کی یہ بات ماننی پڑی، اور وہ کارخانے جانے لگا!

دن بھر لڑکے نے کارخانہ میں کام کیا، شام کو اجرت لے کر آیا اور باپ کو دے دی، باپ نے حسب معمول وہ رقم مٹھی میں لے کر، کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھایا، یہ دیکھ کر وہ لڑکا چیخا۔

"ابا ایسا نہ کیجئے، اسے نہ پھینکئے، یہ رقم میں نے پسینہ بہا کر کمائی ہے، میری محنت اکارت نہ کیجئے!"

باپ نے کہا:-

"بیٹے تو نے سچ کہا، جب تک محنت نہ کی جائے کام کی لذّت اور کمائی کی راحت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا!"

پھر باپ نے، شفقت سے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیار بھرے لہجہ میں اُسے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھنے لگا؛

لیس الحیات بانفاس نردوہا

ان الحیاۃ، حیات الفکر و العمل

یعنی :-

زندگی صرف سانس کے آنے جانے کا نام نہیں ہے، اصل زندگی تو فکر اور عمل کی زندگی ہے!

---

(۲۳)

کام میں استقلال

ایک رات ایک دانا حکیم بیٹھا اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کر رہا تھا، اور کام (عمل) کی رغبت دے رہا تھا، باتیں کرتے کرتے اس نے کہا۔

"اگر استقلال کے ساتھ کسی کام کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو آدمی کی صلاحیت اور قوت درجۂ کمال کو پہنچ سکتی ہے جو آدمی استقامت کے ساتھ اپنا کام جاری رکھتا ہے اس کے راستے میں موانع اور مشکلات آتے ہی نہیں!"

پھر باپ نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے ایک عجیب قصّہ بیان کیا!

کہنے لگا:۔

"پرانے زمانہ میں ایک آدمی تھا، جو ایک شہر سے دوسرے شہر کا چکر لگایا کرتا تھا، اس کے پاس ایک موٹا تازہ بیل تھا

اس بیل کو وہ اپنے کاندھے پر لئے لئے گھوما کرتا تھا لوگ اس کی قوت کا یہ کمال دیکھتے تھے اور حیران رہ جاتے تھے، وہ سوچا کرتے تھے، اس بابا کی قوت اس معمولی سے شخص میں کہاں سے آ گئی ہے؟ یہ کیا کھاتا ہے؟ کہاں سے یہ قوت لایا؟

ایک مرتبہ لوگوں میں سے ایک نے اس کا یہ کمال دیکھ کر پوچھا:

"اتنی زبردست قوت وطاقت تم نے کہاں سے اور کیسے حاصل کر لی؟"

وہ بولا:-

"اس بیل کو جب یہ ذرا سا بچھڑا تھا، میں روز اپنے کاندھے پر اٹھانے کا عادی ہوں، کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ میں اسے اپنے کاندھے پر نہ اٹھاتا ہوں، اس مشق اور مداومتِ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے جیسے اس کا وزن بڑھتا گیا میری قوت وطاقت بھی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اب اگرچہ یہ پورا سانڈ بن چکا ہے، لیکن اُسے اپنے کاندھے پر اٹھا لینے میں مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی!!"

اَدَب کی فضیلت

(۲۴)

نسب سے بہتر!

حکایت ہے کہ :-

ایک لڑکا خلیفہ مامون رشید کے سامنے حاضر ہوا، اس نے بڑے ادب اور سلیقہ سے باتیں کیں، جن سے خلیفہ بہت متاثر اور محظوظ ہوا، اس نے پوچھا :-

" تو کون ہے ؟ "

وہ بولا

" ابنِ ادب، یا امیرالمؤمنین ! "

مامون نے کہا

" اے بیٹے ادب سے بہتر نسب کوئی نہیں ! "

پھر مامون نے حضرت علیؓ کا حسب ذیل شعر پڑھا

کن ابن شئت واکتسب ادبا یغنیک محمودہ عن النسب !

یعنی :- " تو جس کا بیٹا چاہے بن، لیکن ادب سیکھ، ادب تجھے نسب کی فکر سے بے نیاز کردے گا "

(٢٥)

سونے سے عمدہ

احمد۔ "علی، یہ تم انگشتری کیسی پہنے ہوئے ہو؟"
علی۔ "یہ سونے کی انگوٹھی ہے اور اسکا نگینہ بہترین الماس کا ہے!"
احمد۔ "دوست میں دیکھتا ہوں، اس انگوٹھی نے تم میں نخوت
پندار کی کیفیت پیدا کر دی ہے"
علی۔ "کیوں نہ ہو بھائی، دیکھتے نہیں ہو، اس سے ہاتھ کی زینت
ہے، یہ ثروت کا نشان ہے!"
احمد۔ "انسان کی قیمت اس کا علم اور ادب ہے، نہ کہ سونے
اور چاندی کی زینت!"

(۲٦)

ادبِ صدیقؓ

حضرت انس روایت کرتے ہیں :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں رونق افروز تھے صحابہؓ
م آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت علی ابن ابی طالب
ریف لائے وہ کھڑے ہوگئے، اور حاضرین کو سلام کیا، پھر ایک نظر
س پر ڈالی کہ کہاں بیٹھیں ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ
یک نظر ڈالی کہ کون حضرت علی کرم کو بیٹھنے کی جگہ دیتا ہے ؟
حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب
ے ہوئے تھے، وہ ذرا اپنی جگہ سے کھسک گئے، اور کہا
ابوالحسن (حضرت علی کرم کی کنیت) آؤ، یہاں بیٹھو !"
حضرت علی کرم آگے بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے
ن بیٹھ گئے ! ــــ انس کہتے ہیں :- حضرت ابوبکرؓ کے اس طرز سے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک پر مسرت کی لہر دوڑ گئی !

(۲۷)

مراعاتِ ادب

حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو حسنِ ادب کا
بڑا خیال رہتا تھا، ایک مرتبہ آپ دونوں چلے جا رہے تھے، اتنے میں
ایک آدمی پر نظر پڑی جو وضو کر رہا تھا، لیکن نہایت بے ڈھنگے طرز پر
نہ اس نے منہ صحیح طور پر دھویا تھا، نہ ہاتھوں کا ٹھیک طرح سے
غسل کیا تھا پاؤں کا کچھ حصہ خشک چھوڑ دیا تھا۔

حضرت حسن اور حسین نے جب یہ دیکھا تو چاہا اسے ٹوکیں، لیکن
وہ شخص سن میں ان دونوں سے کہیں بڑا تھا، لہذا اس کی بزرگی کی
وجہ سے یہ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوا کہ آپ نے وضو غلط کیا ہے اسے
پھر سے دوہرا لیجئے، کیونکہ اس سے اس کی خجالت کا اندیشہ تھا، اور
یہ مقصود نہیں تھا،

آخر کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد، دونوں بھائیوں میں سے
ایک نے آگے بڑھ کر کہا،

"اے مردِ بزرگ! یہ میرا بھائی، یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مجھ سے بہتر اور صحیح تر وضو کرتا ہے، لہٰذا ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ ملاحظہ فرمائیے، اور فیصلہ کیجئے!"

پھر دونوں نے بہت اچھی طرح تمام ارکان کے ساتھ وضو کیا، وہ شخص دیکھتا رہا اور سمجھ گیا میری اصلاح کی جارہی ہے اس نے کہا "میرے عزیزو، میں تمھاری اس باادب نصیحت کا شکر گزار ہوں، تم دونوں سے میں نے سیکھ لیا کیسے وضو کرنا چاہیئے، دیکھو میں تمھارے سامنے پھر سے اپنا وضو دہراتا ہوں!"

(۲۸)

خلیفہ مامون کی مثال

ایک بڑے فقیہہ کا بیان ہے کہ خلیفہ مامون کو، ادب اور آداب کا بڑا لحاظ رہتا تھا، پھر وہ خود اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں "ایک رات میں نے مامون کے ساتھ گزاری، رات گئے اس کی آنکھ کھل گئی، اسے پیاس لگی، مجھے سوتا دیکھکر غلام کو پکارنا مناسب نہ سمجھا، وہ چپکے سے بستر سے اٹھا، کمرہ سے باہر نکل کر خود ہی پانی پی آیا، اور چپ چاپ اپنے بستر پر لیٹ گیا وہ اتنی آہستگی سے آیا اور گیا کہ گویا پھونک پھونک کر پاؤں رکھ رہا تھا کہ کہیں میری آنکھ نہ کھل جائے، کچھ دیر کے بعد اُسے کھانسی نے ستایا، میں نے دیکھا اس نے اپنی آستین منہ پر رکھ لی، تاکہ میں اس کی آواز نہ سنوں اور جاگ نہ پڑوں؛

جب فجر کا وقت آیا تو اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا، لیکن مجھے دیکھکر سوتا بن گیا، یہاں تک کہ نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہونے لگا

پھر اس نے کہا:

"اللہ اکبر!"

پھر اس نے غلام کو آواز دی، وہ آیا، تو اُسے حکم دیا کہ

"انھیں جگا دو!"

میں نے کہا۔

"اے امیر المومنین، ساری رات آپ کی نقل و حرکت میں دیکھتا رہا اور میں نے اندازہ کر لیا، خدا نے آپ کو ہم سب پر حسنِ ادب کے اعتبار سے بھی فضیلت دی ہے، اور آپ کو بالکل مناسب طور پر امیر بنایا ہے!"

عالم کا ادب

وزیر نظام الملک طوسی کا یہ دستور تھا کہ جب اکابر مملکت
میں سے کوئی شخص اس کے پاس آتا تھا، تو وہ سرو قد کھڑا ہو کر اس
کی تعظیم کرتا تھا اور پھر اپنی جگہ بیٹھ جاتا تھا، لیکن اس کا ایک مخ
عالم جب آتا تھا تو وہ سرو قد کھڑا ہو کر اس کی تعظیم بجا لاتا تھا، پھر
اُسے اپنی مسند پر بٹھاتا تھا اور خود مودب ہو کر دو زانو اس کے
سامنے بیٹھ جاتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی منہ چڑھے نے پوچھا:۔

"اس فرق و امتیاز کی علت اور سبب کیا ہے ؟"

نظام الملک نے جواب دیا۔

" اکابر مملکت جب میرے پاس آتے ہیں تو میرے منہ
میری مدح و توصیف کرتے ہیں، جس سے میرے پندار اور نخو
میں اضافہ ہوتا ہے، میں گناہ اور معصیت میں اور زیادہ ش

ہو جاتا ہوں، اور یہ عالم فاضل جب آتا ہے، تو میرے عیوب
مجھے یاد دلاتا ہے۔ خیر کی طرف میری رہنمائی کرتا ہے، میرے
نفس میں انکسار اور فروتنی کا مادہ پیدا کرتا ہے، اور بہت
سی برائیوں سے مجھے بچا لیتا ہے!"

---

(۳۰)

سیّد العرب

ایک مرتبہ حاجب بن زرارہ، بادشاہ نوشیرواں کے پا
آیا، اور دربان سے کہا۔

"میری اطلاع کردو!"

نوشیرواں نے دربان سے کہا،

"پوچھو کون ہے وہ؟"

دربان کو حاجب نے جواب دیا

"یکے از افراد عرب!"

پھر جب وہ نوشیرواں کے سامنے آیا، تو نوشیرواں نے اس سے

"تم کون ہو؟"

وہ بولا

"سیّد العرب" (یعنی سردار عرب)

نوشیرواں نے کہا،

"کیا تم "ایک عرب" نہیں ہو ؟"

وہ بولا :-

"بیشک ، میں یکے از افراد عرب تھا ، لیکن جب بادشاہ نے مجھے شرف گفتگو سے ممتاز فرمایا ، تو میں سردار عرب بن گیا۔"

نوشیرواں نے اس حسن ادب سے متاثر ہو کر حکم دیا ۔

"اس کا منہ موتیوں سے بھر دو !"

(۳۱)

کمالِ ادب

رجاء بن حیات نے، عبد العزیز سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

"آپ کے والد سے زیادہ، باادب، اور سراپا، حلم و تواضع میں نے کوئی دوسرا شخص کبھی نہیں دیکھا!"

پھر انھوں نے کہا،

"ایک رات میں ان کے پاس مہمان کی حیثیت سے گیا، ہم لوگ باتوں میں مصروف ہو گئے، اتنے میں چراغ بجھ گیا، خادم سو چکا تھا، میں نے کہا :-

"اے امیر المومنین، چراغ بجھ گیا اور خادم سو چکا ہے اس کا جگانا مناسب نہیں، اگر آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اسے ٹھیک کر دوں؟"

فرمایا :-

"یہ بات انسانی شرافت اور ادب سے بعید ہے کہ مہمان سے کام لیا جائے!"

پھر انھوں نے چادر اتار کر پھینک دی، خود بہ نفس نفیس اٹھکر چراغ کے پاس گئے، تیل ختم ہو چکا تھا، اسے تلاش کیا، پھر روغن ڈال کر بتّی اکسائی اور خود اسے جلایا اور آکر اپنی جگہ پر پھر سے بیٹھ گئے گویا انھوں نے کچھ کیا ہی نہیں!"

ادب، اور حسن ادب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، ایک شاعر نے کتنا اچھا اور سلجھا ہوا خیال ظاہر کیا ہے، وہ کہتا ہے:-

"اگر کسی اچھے عالم کی صحبت میسّر آجائے تو ایک جاہل بھی ادیب اور عالم بن سکتا ہے!"

حُسنِ اخلاق

(۳۲)

اخلاق کی تعلیم!

حسن اخلاق کے سلسلہ میں قرآن مجید کے اندر متعدد آیتیں وارد ہوئی ہیں:

ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

"وانک لعلی خلق عظیم"

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ خلق عظیم کے مالک ہیں،

ایک موقع پر آنحضرت نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"بعثت لاتمم مکارم الاخلاق!"

یعنی، میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے (اس دنیا میں) بھیجا گیا ہوں!"

ایک موقع پر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا،

"ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً"!"

یعنی، "تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے

اچھے ہیں!"

ایک اور موقع پر رسالت مآب نے فرمایا۔

"اکمل المومنین ایمانا احسنھم اخلاقاً"

یعنی، ایمان کی رو سے مکمل مسلمان وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں!"

ایک اور موقعہ پر سرکار رسالت نے ارشاد فرمایا

"مکارم الاخلاق من اعمال اہل الجنتہ"

یعنی، مکارم اخلاق، اہل جنت کے اعمال میں سے ہیں،

ایک مرتبہ آنحضرت نے آئینہ میں اپنی شبیہہ مبارک ملاحظہ فرمائی تو کہا

"اللھم کما حسنت، خلقی، فحسن خلقی!"

یعنی اے اللہ، جس طرح تو نے مجھے حسن صورت سے مالا مال کیا ہے اس طرح حسن اخلاق کی دولت بھی عطا فرما!"

آنحضرت اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے،

"اللھم انی اعوذ بک من الشقاق، والنفاق، وسوء الاخلاق

یعنی، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، شقاق سے نفاق سے، اور بد اخلاقی سے!"

---

(۳۳)

اسوۂ نبوی!

آنحضرتؐ اپنے اخلاق و معاشرات کے لحاظ سے انسانوں میں سب سے برتر تھے، آپ کے خادم خاص حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک آپ کی چاکری کی، مگر اس مدت میں آپ نے (ڈانٹنا تو کجا) کبھی مجھ سے اُف بھی نہیں کہا، نہ میرے کسی کام کے بارے میں پوچھا،

"تو نے ایسا کیوں کیا؟"

اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا، تو آپ نے یہ بھی نہیں دریافت کیا

"ایسا تو نے کیوں نہیں کیا؟"

ایک مرتبہ سفر میں آپ نے صحابہ سے بکری پکانے کو کہا:

ایک صحابی نے کہا

"میں اسے ذبح کروں گا!"

دوسرے نے فرمایا:۔

"میں اس کی کھال اتار دوں گا!"

تیسرے نے ارشاد کیا

"میں اسے پکاؤں گا!"

یہ سنکر آپ نے فرمایا

"میں لکڑیاں چن کر لاؤں گا!"

صحابہؓ نے عرض کیا

"ہم لوگ لے آئیں گے، ہم کافی ہیں!"

آپؐ نے فرمایا

"بے شک تم کافی ہو یہ کام کر لو گے، لیکن مجھے یہ بات ناپسند

ہے کہ میں اپنے لئے امتیازی برتاؤ روا رکھوں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ

اسے ناپسند فرماتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں میں ممتا

ایک مرتبہ عید کا دن تھا، اور آپؐ تشریف لئے جا رہے تھے

راہ میں کچھ بچے کھیل کود رہے تھے، ایک بچہ مغموم وافسردہ، سب

سے الگ تھلگ بیٹھا تھا اور کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا

آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا۔ "کیا بات ہے"؟ اس نے کہا۔

"میں یتیم ہوں، میری ماں نے دوسری شادی کر لی ہے کوئی نہیں جو میری سرپرستی کرے"

آنحضرت نے اس سے فرمایا:

کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ محمدؐ تمھارا باپ ہو، عائشہؓ تمھاری ماں ہو، اور فاطمہؓ تمھاری بہن؟"

بچہ خوش ہو گیا، اور پھر وہ، باپوں میں سب سے بہتر باپ ماؤں میں سب سے برتر ماں اور بہنوں میں سب سے افضل تر بہن کے دامن شفقت میں پہنچ گیا۔

کتاب الذخائر میں یہ واقعہ منقول ہے کہ:۔

"ایک مرتبہ آنحضرت بازار تشریف لئے جا رہے تھے، آپ کے پاس کل آٹھ درہم تھے آپؐ نے ایک عورت کو راستہ میں روتے دیکھا، تو دریافت فرمایا:۔

"تم کیوں رو رہی ہو؟"

وہ بولی:۔

"گھر والوں نے دو درہم دے کر کچھ چیزیں خریدنے بھیجا، وہ مجھ سے کہیں گم ہو گئے!"

آپؐ نے دو درہم اس کو دے دیئے اور چھ درہم لے کر بازار تشریف لے گئے، آپ نے ایک قمیص خریدی، اسے پہنا اور واپس تشریف لائے، راستے میں آپ نے ایک عریاں تن بوڑھے مسلمان کو دیکھا جو کہہ رہا تھا:۔

"مجھے جو لباس پہنائے گا، خدا اُسے لباس جنت عطا کرے گا!"

آنحضرت نے اپنی قمیص اُسے پہنا دی، اور پھر بازار واپس تشریف لے گئے۔ دو درہم میں پھر ایک قمیص خریدی اور اسے زیب تن فرمایا، واپسی میں پھر وہ عورت روتی ہوئی نظر آئی۔ آپ نے دریافت فرمایا،

"اب کیا بات ہے؟"

وہ بولی:

"میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ گھر سے نکلے ہوئے بڑی دیر ہوگئی ہے، ڈر لگتا ہے کہیں گھر والے سزا نہ دیں۔"

آپ نے فرمایا:

"گھر واپس جاؤ!"

وہ چلی تو آپ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، اتنے میں بعض انصار کے گھر نظر آئے، مرد باہر گئے ہوئے تھے، عورتیں گھر میں

موجود تھیں، آپ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا،

اے بیبیو! تم پر خدا کی سلامتی اور رحمت ہو!"

عورتوں نے آپ کی آواز سن لی، مگر کسی نے جواب نہیں دیا

آپؐ نے دوبارہ پھر سلام کیا،

مگر وہ ہی خاموشی!

تیسری بار پھر آپ نے سلام کیا

سب عورتوں نے مل کر کہا

"اے رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، آپ پر
خدا کی سلامتی اور رحمت ہو!"

آپ نے دریافت فرمایا:

"کیا تم نے میرا پہلا سلام نہیں سنا تھا؟

وہ بولیں،

"ہاں سنا تھا، لیکن ہمارا جی چاہا کہ آپ کے منہ سے نکلے ہوئے
برکت بول ہم اور ہمارے بچے زیادہ دیر تک سن سکیں"

آپ نے فرمایا

"تمھاری اس کنیز کو دیر ہو گئی، یہ ڈر رہی ہے کہیں اُسے سزا
نہ دی جائے، لہٰذا اس کی عقوبت مجھے بخش دو!"

وہ کہنے لگیں،

"یارسول اللہ، یہ آپ کے ساتھ آتی ہے، ہم اسے آزاد کرتے ہیں"

واپس ہوتے ہوئے آپ نے فرمایا،

"یہ آٹھ درہم کتنے برکت والے تھے، ان کی وجہ سے اللہ نے ایک خائف کو امن دیا، دو آدمیوں کی ستر پوشی کی، ایک کنیز آزاد ہوئی، اور جو مسلمان، کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے تو جب تک اس کے بدن پر وہ کپڑے رہتے ہیں، پہنانے والے کی اللہ حفاظت کرتا ہے۔

ابن الطفیل روایت کرتے ہیں:۔

میں بچہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آنحضرت ؐ کے پاس آئی اور قریب آکر کھڑی ہو گئی، آپ ؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی، وہ اس پر بیٹھ گئی،

میں نے لوگوں سے پوچھا

"یہ کون تھی؟"

جواب ملا

"اس کی ماں نے آنحضرت کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خلیق کوئی بھی نہ تھا جب آپ کے صحابہ میں سے یا اہل بیت میں کوئی آپ کو پکارتا تھا، تو اس کے جواب میں آپ فرماتے تھے:

"لبیک" (حاضر)

---

(۳۴)

سلف صالح کی مثالیں

روایت ہے کہ :-

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنے غلام کو آواز دی مگر اس نے جواب نہیں دیا، پھر پکارا، مگر اس نے سنی کی ان سنی کر دی، تیسری مرتبہ پکارا، مگر صدائے برنخاست، آپ خود اس کے پاس گئے تو دیکھا وہ لیٹا ہوا ہے، آپ نے اس سے دریافت فرمایا

"کیا تو نے میری آواز نہیں سنی ؟"

وہ بولا

"سنی میرے آقا !"

آپ نے پوچھا

"پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا ؟"

وہ کہنے لگا،

"یہ اطمینان ہے کہ آپ سزا نہیں دیں گے، لہذا اب کاہلی

پیدا ہوگئی ہے مجھ میں !"

آپ نے فرمایا،

" جا تجھے خدا کے لئے آزاد کیا ! "

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، جب اپنے کسی غلام کو اچھی طرح نماز پڑھتے دیکھتے تھے، اُسے آزاد کر دیتے تھے، چنانچہ بعض غلام صرف آپ کے دکھانے کے لئے اچھی طرح نمازیں پڑھنے لگے، آپ برابر سب کو آزاد کرتے رہے۔

ایک مرتبہ اس بارے میں آپ سے سوال کیا گیا کہ ایسے لوگوں کو بھی جو محض آپ کو دکھانے کے لئے اچھی طرح نماز پڑھتے ہیں، آپ کیوں آزاد کردیا کرتے ہیں ؟"

فرمایا :

" جو خدا کے لئے ہمیں دھوکا دیتا ہے ہم اس کے دھوکے میں آجاتے ہیں"

حکایت ہے کہ :۔

ایک عامی نے، حضرت احنف بن قیس کو، ان کی جلالت شان اور عظمت کے باوجود گالیاں دینا شروع کیں، آپ سنتے رہے

مگر کوئی جواب نہیں دیا، چپ چاپ اپنے راستے چلتے رہے،

جب احنف اپنے قبیلہ کے قریب پہنچے تو چلتے چلتے رک گئے اور اس آدمی سے کہا،

"اگر اور کچھ باقی ہو تو وہ بھی کہہ لو، ورنہ آگے چل کر اگر میرے قبیلہ کے کسی آدمی نے تمھاری یہ گالیاں سن لیں تو وہ تمھیں ایذا پہنچائے گا!"

جعفر بن سلیمان کے ایک حاشیہ نشین نے، ان کا ایک قیمتی ہیرا چرا لیا، اور بہت سے روپے لے کر اُسے ایک جوہری کے ہاتھ بیچ ڈالا، لیکن جوہری کو کچھ شبہہ ہوا، اس نے اس آدمی کو پکڑا اور سیدھا جعفر بن سلیمان کے پاس پہنچا۔

جعفر نے جب اپنے مصاحب پر نظر ڈالی تو اس کا چہرہ فق تھا جعفر نے اس آدمی سے کہا،

"کیا فلاں دن یہ ہیرا تم نے مجھ سے نہیں مانگا تھا؟ اور میں نے تمھیں بخش نہیں دیا تھا؟ شاید یہ تم بھول گئے۔"

پھر جعفر نے جوہری کو اس کی قیمت لوٹا دی اور ہیرا لے کر اس آدمی کو دے دیا، اور کہا:-

"اب یہ تمھارے لئے حلال ہے، اسے جس طرح چاہو فروخت کر دو!"

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز، منصب خلافت پر مامور ہوئے، تو ایک رات وہ اپنے ذاتی نگہبان کے ساتھ باہر نکلے مسجد پہنچے، اندھیرا تھا، پاؤں ایک آدمی پر پڑ گیا، جو اطمینان سے لیٹا ہوا سو رہا تھا؛

وہ آدمی چونک پڑا، اور اس نے سر اٹھا کر پوچھا۔

"کیا تو پاگل ہے؟"

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا

"نہیں"

اس گستاخی پر، سپاہی کو غصہ آیا، اور اس نے اُسے سزا دینے کا ارادہ کیا؛ حضرت عمر نے کہا

"خبردار!"

پھر اپنے سپاہی سے کہا

"اس آدمی نے مجھ سے پوچھا، کیا تم پاگل ہو! میں نے جواب دے دیا، نہیں، بس قصّہ ختم!"

(۳۵)

احمق اور عاقل

ایک بیوقوف نے ایک عقلمند شخص کے خلاف نازیبا باتیں کیں اور گالیاں دیں، لیکن وہ اس کی طرف ملتفت بھی نہیں ہوا، لبقول شاعر،

اذا نطق السفیہ فلا تجبہ　　فخیر من اجابتہ السکوت!

"یعنی بیوقوف شخص کی بات کا جواب نہ دو، اُسے جواب دینے سے بہتر خاموش رہنا ہے"

عقل مند شخص کے ایک ساتھی نے کہا

آپ اس کی سرکوبی کیوں نہیں کرتے، اس کی گستاخی بہت بڑھ گئی ہے!

عقلمند نے جواب دیا،

"اگر کتا بھونکے تو کیا تم بھی بھونکنے لگوگے؟

وہ بولا:

"نہیں"

اگر بیل سینگ مارے تو تم بھی اس کے سینگ ماروگے؟"

"ہرگز نہیں"

عقلمند نے کہا "بیوقوف اور جانور میں کوئی فرق نہیں!"

فلسفۂ حیات!

(۳۶)

ستر عیوب!

ایک مرتبہ قس بن ساعدہ، اور اکثم بن صیفی مجتمع ہوئے ایک نے دوسرے سے پوچھا:

آپ نے آدمی میں کتنے عیوب پائے؟"

جواب ملا۔

اتنے جن کی گنتی نہیں ہوسکتی، ــــ لیکن میں ایک ایسی خصلت بھی [جا]نتا ہوں کہ اگر وہ آدمی میں ہو تو اس کے سارے عیوب ڈھکے رہیں گے!"

پوچھا "وہ کیا؟"

کہا:

"زبان کی نگہداشت، ــ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے،

"انسان کی سب سے بُری بات یہ ہے کہ وہ اپنے عیوب تو [بھو]ل جاتا ہے، اور اپنے بھائی کے یاد رکھتا ہے۔

اگر اس میں ذرا بھی عقل ہو، تو وہ کبھی کسی کا عیب نہ بیان کرے [کیونک]ہ میں اتنے عیب ہیں کہ اگر انھیں دیکھے تو وہ کافی ہیں!"

(۳۷)

بولنے سے پہلے سوچ لو!

ایک شخص اپنی ذکاوت اور ذہانت کے اعتبار سے بہت م
تھا اور یہ خصوصیت اس میں عالم طفلی ہی سے پائی جاتی تھی۔
جب وہ نو سال کا ہوا تو ایک پیرمرد سے ملاقات ہوئی اس نے کہ
"اتنی تیز ذہانت اگر بچپن ہی میں ہو تو بڑھاپے میں انسان
اور کند ذہن ہو جاتا ہے!"

اُس نے فوراً جواب دیا

"پھر تو آپ بچپن میں بہت زیادہ ذکی اور ذہین ہوں گے۔"
یہ جواب سنکر وہ بہت نادم ہوا، اور چپ چاپ اٹھ
چلا گیا!

---

(۳۸)

حاضر جواب!

دو بادشاہوں میں نزاع پیدا ہوگئی، اور وہ بڑھتی گئی پہلے بادشاہ نے ارادہ کیا کہ وہ دوسرے کے پاس اپنا ایلچی بھیجے جو اُسے جاکر کھری کھری سنا آئے چنانچہ اس نے درباریوں میں سے ایک وزیر کو منتخب کیا اُسے بلایا اور کہا "ہم یہ چاہتے ہیں اور اس کام کے لئے ہم نے تمھیں چنا ہے۔"

لیکن وزیر نے معذرت کی، اور کہا

"وہ مجھے جیتا نہ چھوڑے گا!"

بادشاہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا

"بالکل مت ڈرو، اگر اس نے تمھیں ذرا بھی ضرر پہنچایا تو میری مملکت میں اسکی جتنی رعایا ہے سب کی گردن کاٹ لوں گا!"

وزیر نے دست لبستہ عرض کیا۔

"لیکن جہاں پناہ، یہ جتنے سر آپ کاٹیں گے ان میں سے کوئی بھی میرے بدن پر، خود میرے سر سے زیادہ فٹ نہیں آئے گا۔"

بادشاہ ہنس پڑا، اور بات رفت گزشت ہوگئی۔

(۳۹)

سقراط سے ایک سوال

سقراط حکیم، بہت کم کھاتا تھا، اس کے ایک ہم عصر نے اس سے پوچھا
"تمھارا خیال ہے کہ ہر ذی روح سے، رحم کا برتاؤ کرنا چاہئے
آپ خود بھی تو ذی روح ہیں، لیکن تقلیل غذا کر کے اپنے اوپر ظلم
کیوں کرتے ہیں؟"

سقراط نے جواب دیا،

"میں زندہ رہنے کے لئے کھاتا ہوں، کھانے کے لئے نہیں
زندہ رہنا چاہتا!"

ایک اور ہم عصر نے، سقراط سے ایک مرتبہ دریافت کیا؟
"آپ کم کیوں بولتے ہیں؟

سقراط نے جواب دیا،

"اللہ نے دو کان پیدا کئے ہیں، اور ایک زبان، تاکہ انسان
جتنا بولے، اس سے دو گنا سنے —— !"

(۴۰)

انڈوں کی قیمت

انگلستان کا بادشاہ جارج اول، ایک مرتبہ دورے پر نکلا، راستے میں اُسے بڑے زور کی بھوک لگی، ایک آدمی کے گھر گیا، اس سے دو انڈے لئے، اور کھا گیا،

کھانے کے بعد مکان والے نے بادشاہ کے سامنے بل پیش کیا، جس میں دو انڈوں کی قیمت بیس پونڈ طلب کی گئی تھی،

بادشاہ نے اس سے کہا

" یہ اتنی زبردست گرانی کیسے ؟ کیا انڈے نایاب ہو گئے ہیں؟"

صاحبِ خانہ نے جواب دیا۔

" انڈے تو نایاب نہیں ہیں، لیکن بادشاہ کا غریب خانہ پر آنا ضرور نادر ہے!"

بادشاہ خوش ہوگیا اور اس نے مطلوبہ رقم ادا کر دی!

(۱۴)

دو چیزیں: اچھی بھی اور بری بھی!

لقمان حکیم کو ان کے آقا نے ایک مرتبہ ایک بکری دی اور حکم دیا
"اسے ذبح کرو اور اس کی بدترین جو چیز ہوں میرے پاس لاؤ"
لقمان نے بکری ذبح کی اور آقا کے سامنے دل اور زبان لاکر
پیش کر دیا۔

دوسری مرتبہ پھر آقا نے اسے ایک بکری دی اور کہا:
"اس مرتبہ جو سب سے اچھی چیز ہو' وہ لاکر پیش کرو!
اب کی بار بھی لقمان نے وہی دونوں چیزیں پیش کیں اور کہا:
"اے میرے آقا' یہ دونوں چیزیں اگر بد ہوں تو ان سے بڑھکر
بدترین کوئی نہیں اور اگر نیک ہوں تو ان سے بڑھکر بہترین کوئی
نہیں۔

(۴۲)

ان من البیان السحرا

ایک شخص نے یحییٰ بن معاذ رازی سے کہا :۔

" آپ کو دنیا بہت مرغوب ہے ! "

وہ بولے ۔

" بتاؤ آخرت، طاعت سے حاصل ہو سکتی ہے یا معصیت سے ؟"

وہ بولا

" طاعت سے ! "

رازی نے پھر پوچھا ؛

" اب بتاؤ ، طاعت زندگی میں ممکن ہے یا موت سے ؟"

اس نے کہا ؛

" زندگی سے "

رازی نے پھر پوچھا :

" اچھا یہ بتاؤ، زندگی قوت سے حاصل ہوتی ہے یا بغیر قوت کے ؟"

وہ بولا:

" قوت سے "

رازی نے دریافت کیا،

" اب یہ فرمایئے، قوت دنیا میں حاصل کیجاسکتی ہے یا آخرت میں؟"

کہنے لگا:

" دنیا میں!"

رازی نے کہا

" پھر مجھے دنیا کیوں نہ مرغوب ہو؟"

پھر وہ بولے

" دنیا ہی میں مجھے قوت مل سکتی ہے' وہیں مجھے زندگی ملتی ہے وہیں میں طاعت پا سکتا ہوں ـــــ اور بغیر ان چیزوں کے حاصل کئے آخرت مل نہیں سکتی!"

وہ آدمی بولا:

" ان من البیان السحرا!"

(بعض باتیں جادو کی طرح اثرانگیز ہوتی ہیں!)

---

(۴۳)

امام حسن کا صدقہ!

ایک روز حضرت امام حسن اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا ضرورت مند تھا، لہٰذا صدقہ کے طور پر آپ سے کچھ طلب کیا، لیکن حضرت کے پاس نان جویں کے لئے بھی کچھ نہ تھا، بالکل خالی ہاتھ تھے، صاف انکار کرتے ہوئے آپ کو حجاب آیا، آپ نے کہا

"کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں، جس میں ثواب بھی ہے اور فائدہ بھی؟"

وہ بولا

"فرمائیے!"

حضرت نے ارشاد کیا،

"خلیفہ کے پاس جاؤ، اس کی بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی خدمت میں اچھی سی تعزیت پیش کر دو!"

اُس آدمی نے کہا

"بتائیے کیا کہوں جا کر؟"

حضرت نے فرمایا :۔

" اس سے کہنا " وہ خدا سزاوارستائش ہے جس نے اپنی بندی کو اپنے پاس بلالیا اور آپ کو اس کی قبر پر آنے اور فاتحہ پڑھنے کا موقعہ دیا اور آپ سے یہ غم نہ دیا کہ وہ زندہ رہتی اور آپ کی قبر پر آکر بیٹھتی !"

وہ آدمی سیدھا خلیفہ کے پاس گیا اور تعزیت میں یہی الفاظ کہے'

یہ الفاظ سنکر خلیفہ کا غم کم ہوگیا' اور اس نے اسے انعام مرحمت فرمایا' پھر کہا

" سچ کہنا' یہ الفاظ تمھارے ہی ہیں ؟ "

وہ بولا

" نہیں' حضرت امام حسن کے !"

خلیفہ نے کہا

" سچ ہے' وہ فصاحت کا معدن ہیں !"

خلیفہ نے اس آدمی کی سچی بات پر پھر اسے انعام مرحمت فرمایا"

سچائی کی فضیلت

(۴۴)

اخلاق الانبیا!

سب جانتے ہیں، ابوجہل آنحضرت کا سب سے بڑا دشمن تھا ایک مرتبہ اس کے دوست نے اس سے پوچھا،

"دوست! یہاں میرے اور تمھارے سوا کوئی اور نہیں، جو ہماری باتیں سن سکے، یہ بتاؤ، محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟

ابوجہل نے کہا

"خدا کی قسم محمد سچے ہیں، انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا!"

اس اعتراف کے باوجود، ابوجہل نے اسلام نہیں قبول کیا، اس کی وجہ محض اس کا تمرد اور استکبار تھا، چنانچہ وہ شرک ہی کی حالت میں مارا گیا!

بادشاہ ہرقل نے، ابوسفیان سے جو آنحضرت کے دعوائے رسالت کے سخت ترین مخالفوں میں سے ایک تھے، دریافت کیا؛

"کیا تم نے کبھی محمدؐ کو جھوٹ بولتے بھی اس دعوائے رسالت سے پہلے سنا ؟"

ابوسفیان نے کہا :

"کبھی نہیں !"

نضر بن حارث، بن علقمہ بن تلدہ، بن عبدالدار قرشی نے ان اصحاب قریش کو، جو آنحضرت کے پیام رسالت کے منکر اور مخالف تھے، مخاطب کرتے ہوئے کہا :

"محمدؐ نے بچپن تمھارے درمیان گزارا، پرورش تمھارے ہی آنکھوں کے سامنے پائی، جوانی کی منزل تک تمھارے سامنے پہونچے تم نے انھیں ہمیشہ سچا، راست گو، اور راست باز پایا، تم نے انھیں سب سے ایمان دار اور امین پایا، یہاں تک کہ تم نے ان کی کنپٹیوں میں بڑھاپے کی آمد دیکھ لی، اور پھر وہ تمھارے پاس وہ پیام لے کر آئے، جسے تم خوب اچھی طرح جانتے ہو"

اور اب تم کہتے ہو،

"محمدؐ ساحر ہیں !"

"نہیں خدا کی قسم وہ ساحر نہیں ہو سکتے، وہ سچے ہیں !"

(۴۵)

بلالؓ کی سچائی

حضرت بلالؓ نے اپنے بھائی کے لئے ایک قریشی عورت کو پیام دیا۔ اور اس کے گھر والوں سے کہا:

"ہم جو کچھ ہیں تمھیں معلوم ہے، ہم دونوں غلام تھے، لیکن خدا نے ہمیں آزادی عطا فرمائی، ہم دونوں گمراہ تھے لیکن خدا نے ہمیں راہ ہدایت دکھائی، ہم دونوں بے سروسامان تھے، لیکن خدا نے ہمیں غنی کر دیا، اب میں اپنے بھائی کا، تمھاری فلاں لڑکی سے پیام دیتا ہوں!"

پھر حضرت بلال نے کہا

"اگر تم یہ پیام قبول کرو، تو الحمد للہ، اور اگر رد کر دو تو اللہ سب سے بڑا ہے،" (یعنی اگر تم اپنے آپ کو میرے بھائی سے بلند اور بڑا سمجھتے ہو تو یاد رکھو اللہ سب سے بڑا ہے لہٰذا کبریائی سے ڈرو اور بچو) بلالؓ کی یہ بات سنکر، وہ لوگ متاثر ہوئے اور ان کے بھائی کی قریشی عورت سے شادی ہو گئی۔

(۴۶)

حجاج کے سامنے

دو آدمی اس الزام میں گرفتار کر لئے گئے کہ وہ حجاج کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے، حجاج کوفہ کا گورنر تھا اور نہایت ہی سخت گیر اور ظالم شخص تھا، اس نے ان دونوں کو جیل بھیج دیا؛

دوسرے دن اس نے ان دونوں کو سزا دینے کے لئے دربار میں طلب کیا،

ان دونوں میں سے ایک نے کہا،

"میرا آپ پر ایک حق ہے یا امیر المومنین!"

حجاج نے پوچھا:

"وہ کیا؟"

وہ بولا

"ایک مجلس میں آپ کی برائیاں ہو رہی تھیں مگر میں نے آپ کی مدافعت کی تھی!"

حجاج نے کہا

"اپنا دعویٰ ثابت کرو!"

وہ بولا:

"اس مجلس میں میرا یہ رفیق زنداں بھی حاضر تھا!"

حجاج نے اس سے پوچھا

"کیا تمھارا ساتھی سچ کہہ رہا ہے؟"

وہ بولا۔

"ہاں سچ کہہ رہا ہے!"

حجاج نے سوال کیا

"کیا تم نے بھی اپنے ساتھی کی طرح میری مدافعت کی تھی؟"

وہ بولا

"جی نہیں!"

حجاج نے دریافت کیا۔

"کیوں؟"

وہ بولا:

اس لئے کہ میں آپ سے کراہیت کرتا ہوں!"

یہ سنکر حجاج نے کہا۔

"میں ان دونوں آدمیوں کی خطا معاف کرتا ہوں!"

پھر وہ بولا

"پہلے کی اس لئے کہ اس کا واقعی میرے اوپر ایک ح
ہے، اور دوسرے کی اس لئے کہ اس نے بے جھجک
بات کہہ دی!

---

(۴۷)

راہِ نجات

ایک دولت مند باپ نے اپنے ایک کم عمر بچے کو ایک چاقو دیا، جو اس سے کھیلنے لگا اور کھیلتے کھیلتے خانہ باغ میں پہنچ گیا اور چھوٹے چھوٹے پودوں اور درختوں کو کاٹتے کاٹتے ڈھیر لگا دیا اور دل ہی دل میں اپنے اس کارنامہ پر بہت خوش ہوا،

دوسرے دن صبح صبح، باپ بیٹے کو لے کر باغ میں چہل قدمی کے لئے گیا، وہاں یہ تماشہ دیکھا تو اُسے بہت غصہ آیا اور اس نے بلند آواز میں کہا،

"اگر وہ آدمی مجھے مل جائے، جس نے یہ حرکت کی ہے تو میں اُسے ایسی سزا دوں کہ وہ زندگی بھر یاد کرے!"

یہ سنکر لڑکا رونے لگا، اس نے کہا،

"یہ حرکت تو مجھ سے ہی سرزد ہوئی ہے!"

باپ نے بیٹے کو گلے لگالیا، خوب سا پیار کیا، اور ک
"تیرا سچ، مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، تم اپنی
عادت پر قائم رہنا، مجھے اس نقصان کی ذرا پروا نہیں

(۴۸)

مُعاویہ کے دربار میں

روایت ہے : امیر معاویہ بن سفیان اپنے دربار میں بیٹھے تھے ان کے ارد گرد بہت سے مصاحب اور ندیم موجود تھے ،

معاویہ نے کہا

" لوگو میں سب سے زیادہ ماں باپ نانا، نانی، چچا، چچی، ماموں اور ممانی کے اعتبار سے افضل ہوں ؟ "

یہ سنکر لقمان بن عجلان اٹھے، انھوں نے کہا :

" یہ ہے وہ، جس کا باپ علی رضؓ بن ابی طالب رضؓ ہے اور فاطمہ رضؓ الزھرا جس کا نانا، محمد صؐ ہے اور جس کی نانی خدیجہ رضؓ، جس کا چچا جعفر رضؓ ہے اور ام ہانی رضؓ جس کا ماموں قاسم رضؓ ہے اور ممانی زینب رضؓ اور یہ وہ ترف ہے، جو دنیا میں کسی شخص کو حاصل نہیں !

معاویہ نے گردن جھکالی، کچھ نہ تھا۔

(۴۹)

سُلطان الحق!

مالک بن انس رض روایت کرتے ہیں :-

خلیفہ ابوجعفر منصور نے مجھے اور ابن طاؤس کو بلایا ہم دونوں پہنچے، وہ مسند پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے سامنے چمڑے کی ایک چادر پڑی تھی (جس پر مجرموں کو سزائے قتل دی جاتی تھی، تاکہ ان کا خون زمین پر نہ بہے، اسی پر رہے) جلاد تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے کہ جس کے بارے میں حکم ہو اس کی گردن اڑا دیں خلیفہ نے ہمیں دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، بڑی دیر تک ہم سے غافل رہا، پھر ابن طاؤس کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے کہنے لگا

"اپنے والد کے بارے میں کچھ کہو!"

انھوں نے کہا

"میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو

اللہ کا کسی کو شریک بنائے، اور جس کا جور عدل پر غالب ہو!"

مالک کہتے ہیں

" یہ سنکر میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے کہ ان کے قتل کا خون مجھے نہ لگے!"

پھر خلیفہ ابو جعفر نے ابن طاؤس سے کہا

"مجھے کچھ نصیحت کیجئے"

ابن طاؤس گویا ہوئے:

کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا فرماتا ہے — الم تر کیف فعل ربک بعاد '(الی قولہ) الذین طغوا فی البلاد' فاکثروا فیہا الفساد فصب علیہم ربک سوط عذاب' ان ربک لبالمرصاد!

مالک کہتے ہیں:۔

اس ڈر سے میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے، کہیں ابن طاؤس کا قتل ہوتے وقت خون میرے نہ لگے، کچھ دیر منصور خاموش رہا، پھر اس نے کہا۔

اے ابن طاؤس، یہ دوات جو تمھارے ہاتھ میں ہے، ذر
مجھے دینا "

لیکن ابن طاؤس نے دوات نہیں دی، چپ چاپ بیٹھے رہے

خلیفہ نے کہا

" تم نے دوات مجھے کیوں نہیں دی ؟ "

جواب دیا

" مجھے ڈر ہے تم اس سے کوئی گناہ کی بات لکھ گے، جس میں
گویا میری شرکت بھی ہوگی ! "

جب منصور نے یہ سنا تو کہا،

تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ ! "

ابن طاؤس نے کہا

" یہی تو ہم چاہتے تھے ! "

(عقد الفرید)

جُھوٹ کا انجام

(۵۰)

اِمام بُخاریِ کا وَاقِعہ

حضرت امام بخاری، طلب حدیث میں ایک شخص کا شہرہ سنکر اس کے پاس پہنچے،

اس شخص کا گھوڑا بھاگ گیا تھا، اور وہ اپنی چادر کی گٹھری بنا کر اُسے دکھاتے ہوئے بلا رہے تھے گویا اس میں اناج ہے جو اُسے دیں گے، گھوڑا لالچ میں آگیا، اپنے مالک کے پاس پہنچا انھوں نے اُسے پکڑ لیا،

امام بخاری نے اس شخص سے پوچھا،

کیا آپ کے پاس اناج تھا؟"

وہ بولا

نہیں"، میں نے تو یوں ہی اُسے پکڑنے کے لئے گٹھری بنا کر دکھائی تھی!"

امام بخاری نے کہا؛

"اس شخص سے میں حدیث کا علم نہیں حاصل کر سکتا جو
جانور تک سے جھوٹ بولتا ہو!"

(نزہتہ المجالس)

---

(۵۱)

گناہ سے نجات

ایک شخص رسول اللہؐ کے پاس اسلام قبول کرنے کی نیت سے حاضر ہوا، کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے آنحضرت سے عرض کیا،

"بہت سے گناہ ایسے ہیں یا رسول اللہؐ جنھیں ترک کرنے کی میں قدرت نہیں رکھتا!"

رسول اللہؐ نے فرمایا،

"کیا تم مجھ سے صرف ایک عہد کرو گے؟ —— یعنی جھوٹ نہ بولنے کا؟"

وہ بولا،

"میں یہ عہد کرتا ہوں!"

یہ عہد کرکے وہ واپس چلا گیا، اور دل ہی دل میں بہت خوش اور مسرور تھا اور کہہ رہا تھا،

"نبی کریمؐ نے کتنی سہل اور آسان بات کا مجھ سے مطالبہ کیا ہے؟"

اس عہد کے بعد اس شخص نے چوری کا ارادہ کیا، لیکن یہ ارادہ کرتے ہی دل میں خیال آیا:

"اگر میں نے چوری کی اور رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا، تو کیا جواب دوں گا؟ اگر اقرار کرتا ہوں تو سزا سے نہیں بچ سکوں گا اور اگر انکار کرتا ہوں، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں جھوٹ بولا اور معاہدہ کے خلاف مجھ سے حرکت سرزد ہوئی!! —— لہذا بہتر یہ ہے کہ چوری نہ کروں!"

یہ سوچ کر آخر کار وہ اپنے ارادہ سے باز آگیا اور اس نے چوری نہیں کی!!

اس کے بعد، جب بھی اس کا نفس امارہ اسے گناہ اور معصیت کی ترغیب دیتا تھا، اور وہ یہ ارادہ کرتا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو گناہ سے آلودہ کرے معاً اس کے دل میں خیال آجاتا تھا کہ آنحضرت اس سے جھوٹ نہ بولنے کا عہد لے چکے ہیں اور وہ سوچنے لگتا:

"اگر میں نے رسول اللہؐ کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پاداش سے نہ بچ سکوں گا۔ اور اگر مکر گیا تو عہد شکنی کا مجرم ہونگا، اور اس کی سزا بھی بہرحال، جلد یا بدیر مجھے مل کر رہے گی!" —— آخر اس کی حالت سدھر گئی اور وہ وقت کے بہت بڑے صلحا اور اتقیا میں شمار ہونے لگا!

(۵۲)

معاملہ فہم قاضی!

ایک تاجر کی ہمیانی کھو گئی، جس میں چار سو دینار تھے، اس نے ڈھول پٹوا دیا کہ:

" اس اس طرح کی ہمیانی کھو گئی ہے جو اُسے تلاش کر کے لائیگا اُسے ہمیانی کی مالیت کا نصف دے دیا جائیگا!"

یہ ہمیانی ایک غریب ملاح کو ملی، وہ سیدھا اسے کر مالک کے پاس انعام کی توقع میں پہنچا، لیکن مالک اپنی ہمیانی دیکھکر دھوکے پر آمادہ ہو گیا، اُس نے ملاح سے کہا

" اس ہمیانی میں نہایت قیمتی زمرد بھی تھے، کیا وہ بھی اس کے اندر ہیں؟"

ملاح یہ سنکر گھبرا گیا، لیکن یہ بھی سمجھ گیا کہ یہ دھوکا کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے دعوے سے پھر جائے اور کچھ دینا نہ پڑے

اب ملاح اور ہمیانی کے مالک میں جھگڑا ہو پڑا، آخر یہ دونوں

لڑتے ہوئے فیصلہ کے لئے قاضی کے پاس پہنچے، قاضی نے ملاّح سے زمرد کے بارے میں پوچھا، ملاح نے قسم کھا کر کہا

" ہمیانی میں مجھے، دیناروں کے سوا، اور کوئی چیز نہیں ملی!

اب قاضی نے مالک سے پوچھا،

" بتاؤ وہ زمرد کیسے تھے؟"

مالک نے جواب تو دیا، لیکن اوٹ پٹانگ، اس کی بے سر پیر کی باتیں سنکر، قاضی نے سمجھ لیا یہ جھوٹ بول رہا ہے اور جھوٹ سے مقصد اس کا یہ ہے کہ ملاّح کو وہ انعام نہ دے جس کا خود اعلان کر چکا ہے،

قاضی نے کہا،

" اے شخص تیرا دعویٰ ہے کہ تیری ہمیانی کھو گئی جس میں زمرد تھے اور وہ ایسے ایسے تھے، اور یہ ہمیانی جو ملاح لایا ہے، اس میں کوئی زمرد نہیں لہذا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ ہمیانی تیری ہے ہی نہیں، لہذا تو اپنی گمشدہ ہمیانی کے لئے پھر سے اعلان کرا، ممکن ہے تیری گمشدہ پونجی تجھے پھر مل جائے اور تو بامراد و کامران بن جائے بہرحال یہ تیری نہیں ہے"

پھر قاضی ملاّح سے مخاطب ہوا، اور اس سے کہا

" یہ ہمیانی چالیس روز تک احتیاط سے رکھ اگر اس کا کوئی دوسرا سچا دعویدار نہ پیدا ہو تو یہ تیری ہے!"

(۵۳)

دروغ بے فروغ

ایک کسان کا گھوڑا چوری ہو گیا!

دوسرے دن بازار لگ رہا تھا، وہ ایک نیا گھوڑا خریدنے کے لئے بازار پہنچا، وہاں ایک اصطبل میں دوسرے گھوڑوں کے ساتھ اپنا گھوڑا بھی بندھا ہوا دیکھا، اصطبل کے مالک سے اس نے کہا

"یہ تو میرا گھوڑا ہے، جو کل رات کو چوری ہو گیا تھا!"

اصطبل کے مالک نے جواب دیا،

"بالکل غلط! — یہ تو سال بھر سے میرے پاس ہے، تمھیں دھوکا ہوا ہے میرے بھائی!"

کسان نے گھوڑے کی دونوں آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور کہا

"تمھیں خدا کی قسم سچ سچ کہنا، — بتاؤ یہ کس آنکھ سے اندھا ہے؟"

اصطبل کے مالک نے کہا

"داہنی آنکھ سے!"

کسان بولا،

" جھوٹ ! "

اصطبل کے مالک نے کہا،

" ہاں مجھ سے غلطی ہوئی، بائیں آنکھ سے یہ نہیں دیکھتا ! "

کسان نے کہا

" یہ بھی جھوٹ ہے، گھوڑے کی دونوں آنکھیں صحیح وسلامت ہیں یہ دیکھو ! "

پھر کسان نے کہا

" ظاہر ہو گیا تو پرلے درجہ کا جھوٹا، مکار اور چور ہے ! "

اب تو اصطبل کا مالک لاجواب ہو گیا، اس کی گھگھی بندھ گئی اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا، وہ چپ چاپ خاموش کھڑا رہا۔

کسان نے کہا

میں چلا، اور گھوڑے کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں ! "

یہ کہہ کر کسان نے گھوڑے کو باہر نکالا اس پر بیٹھا، ایڑ لگائی اور ہوا ہو گیا !

اصطبل کا مالک ٹکر ٹکر دیکھتا رہا !

ذہانت وذکاوت

(۵۴)

یحییٰ بن اکثم کی مثال!

یحییٰ بن اکثم نے ایک مرتبہ خلیفہ مامون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"یا امیرالمؤمنین،

خدا مجھے آپ پر قربان کرے، آپ طب میں جالینوس ہیں آپ فن حساب میں ہرمس ہیں، فقہہ میں علی بن ابی طالبؓ سخاوت میں حاتم، صدق میں ابوزید، کرم میں کعب، دفا میں سموال بن عادیا ہیں!"

مامون واقعی ان تمام باتوں میں یکتا تھا، یہ باتیں سنکر بہت خوش ہوا، انعام دیا تکدر ختم ہوگیا، اور اس کا چہرہ لبشاش ہوگیا

(۵۵)

حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ!

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ چلے جا رہے تھے، ایک گلی میں پہنچے تو وہاں کچھ لڑکے کھیل کود رہے تھے، حضرت عمر کی ہیبت سب پر چھائی ہوئی تھی، انھیں دیکھکر سب تتر بتر ہوگئے، لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر جہاں کے تہاں جمے رہے، اپنی جگہ سے کھسکے بھی نہیں۔

حضرت عمر نے، حضرت عبداللہ بن زبیر سے جو ابھی کمسن تھے دریافت کیا،

"تم کیوں نہیں بھاگے؟"

وہ بولے،

"راستہ تنگ نہیں تھا کہ آپ لئے، اپنی جگہ چھوڑتا نہ میں نے کوئی گناہ کیا تھا کہ آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے!"

حضرت عمرؓ اس صراحت اور شہامت سے بہت خوش ہوئے، اور شاباش دی

(۵۶)

رشید اور ایک لڑکا!

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ اپنے ایک وزیر کے ہاں گیا۔ وہاں اس کا ایک لڑکا بھی نظر آیا۔ رشید نے اس سے پوچھا:
"بتاؤ ہمارا گھر اچھا ہے یا تمھارا؟"
لڑکے نے جواب دیا:
"ہمارا گھر!"
خلیفہ نے پوچھا:
"کیوں بھلا؟"
وہ بولا
"اس لئے کہ آپ میرے گھر میں ہیں!"
رشید یہ سن کر بہت خوش ہوا، اور لڑکے کو گراں قدر انعام سے نوازا!

(۵۷)

ذکاوت وفطانت!

خلیفہ معتصم باللہ نے فتح بن خاقان سے ایک مرتبہ پوچھا
"کیوں، کبھی تم نے میری اس انگشتری سے بہتر بھی کوئی چیز دیکھی ہے؟"
فتح نے کہا
"دیکھی ہے یا امیرالمومنین!"
خلیفہ نے کہا
"بتاؤ کیا چیز ہے وہ؟"
فتح نے جواب دیا:
"آپ کی وہ انگلی، جس سے انگوٹھی کو شرف حاصل ہوا ہے!"
خلیفہ اس جواب سے بہت متاثر اور مسرور ہوا، انگوٹھی انگلی سے اتاری اور فتح کو عطا کر دی۔

خلیفہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے مامون سے کہا،

"میں نے مصر کی ولایت (گورنری) جو سر صفلی کو عطا کی ہے
تم پروانہ لکھ دو!"
مامون نے لکھا

"تلوار اپنی دھار سے پہچانی جاتی ہے، قلم اپنے مد سے جانچا جاتا ہے، غلام اپنی سعادت سے پرکھا جاتا ہے، نہ کہ اپنے باپ اور دادا (یعنی حسب نسب) سے ہم نے تجھے مصر کی گورنری پر فائز کیا!"

رشید یہ تحریر پڑھکر، بیٹے کی ذہانت اور فطانت سے بہت خوش ہوا اور اُسے بہت بڑا انعام دیا۔

خلیفہ ہارون رشید کا بیٹا، مامون، کسائی کا شاگرد تھا اور اس کے پاس پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا، مامون ابھی نوعمر ہی تھا کسائی کی عادت یہ تھی کہ وہ مامون کی قرأت سنا کرتا تھا، اگر وہ صحیح پڑھتا تھا تو وہ گردن ہلاتا رہتا تھا، اور اگر پڑھنے میں کہیں غلطی کرتا تھا تو وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا، مامون خود اپنی غلطی محسوس کر لیتا تھا اور پھر اسے ٹھیک کر لیتا تھا،
ایک روز مامون نے سورۂ یوسف کی یہ آیت پڑھی،

"یا ایھا الذین آمنوا، لم تقولون مالا تفعلون۔"

یعنی اے مسلمانو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جنھیں کرتے نہیں
یہ آیت سنکر کسائی نے سر اٹھایا، اور مامون کو دیکھنے لگا
مامون نے دوبارہ یہ آیت پڑھی، اور اسی طرح پڑھی کیونکہ اس نے
کوئی غلطی نہیں کی تھی کسائی خاموش ہوگیا۔

تعلیم کے بعد مامون، اپنے باپ خلیفہ ہارون رشید کے پاس
گیا اور اس نے کہا:

" اے امیرالمومنین، آپ نے کسائی سے کوئی وعدہ کیا تھا اور
وہ آپ کو اسے یاد دلاتے ہوئے شرماتا ہے!"

ہارون نے کہا

" ہاں کسائی نے مجھ سے قرآن کے بارے میں کچھ مدد چاہی تھی
اور میں نے وعدہ کرلیا تھا — کیا تم سے کسائی نے کچھ کہا؟"

مامون نے کہا:

" نہیں تو!"

" خلیفہ نے پوچھا،

" پھر تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

مامون نے آیت والا سارا ماجرا سنادیا۔ خلیفہ اپنے بیٹے کی ذکاوت اور ذہانت سے بہت
خوش ہوا۔

(۵۸)

امین اور مامون

حکایت ہے کہ :-

امام جعفر، امین کی والدہ نے ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید سے شکایت کی۔

"آپ مامون کو بہت چاہتے ہیں، مگر میرے بیٹے امین کو نہیں چاہتے"

یہ سنکر ہارون رشید نے ایک خادم کو بلایا اور اس سے کہا،

"تم الگ الگ، امین اور مامون کے پاس جاؤ اور ان میں ہر ایک سے کہو، جب آپ کو خلافت ملے گی، تو آپ کیا کریں گے؟"

خادم نے یہی کیا!

امین نے جواب دیا،

"میں تجھے بہت سا انعام دوں گا!"

اور مامون نے کہا

"تو مجھ سے پوچھتا ہے، جب امیر المومنین انتقال فرمائیں گے

میں کیا کروں گا ؟ —— کمبخت میں تو یہ چاہتا ہوں
ہم سب ان پر فدا ہوجائیں !"

یہ ماجرا سنکر خلیفہ نے ام جعفر سے کہا ؛
"کہو اب کیا کہتی ہو ؟"
وہ شرمندہ ہوکر خاموش ہوگئیں !"

(۵۹)

ذہین لڑکا!

ایک آدمی نے ایک کمسن لڑکے سے پوچھا،

"میاں صاحبزادے، یہ تو بتاؤ، اللہ سے قبل کیا تھا؟"

لڑکے نے جواب دیا۔

"پہلے ایک سے دس تک گنیئے پھر جواب دوں گا!"

آدمی نے کہا،

"ایک ——

لڑکے نے تڑ سے کہا

"وہی اللہ، اول و آخر ہے، جس طرح ایک سے پہلے کچھ نہ تھا، خدا سے پہلے بھی کچھ نہ تھا!"

وہ آدمی اس لڑکے کی سمجھ سے بہت خوش ہوا، اُسے گلے سے لگا لیا، اور انعام دیا۔

(۶۰)

مامون اور ایک دوشیزہ

خلیفہ مامون ایک مرتبہ شکار کے لئے نکلا، گھوڑے پر بیٹھا اور بہت دور تک نکلا چلا گیا، نہر فرات کے کنارے پہنچا، تو اس نے ایک حسین و جمیل دوشیزہ دیکھی، جس کے چہرے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی عرب خاندان سے تعلق رکھتی ہے اس کے ہاتھ میں ایک مشکیزہ تھا، جس میں پانی بھرا تھا، یہ پانی وہ نہر سے بھر کر لائی تھی، لنشیب سے فراز پر آتی ہوئی وہ مشکیزہ نہ سنبھال سکی اس نے مدد کے لئے، اپنے باپ کو آواز دی، لیکن ایسے فصیح و بلیغ اور دلنشین جملے کہے کہ مامون کو اس کی فصاحت اور بلاغت پر بڑی حیرت ہوئی، مامون نے پوچھا،

"اے لڑکی تو کس قبیلہ سے ہے ؟"

وہ بولی،

"بنی کلاب سے!"

مامون :

" ایسے قبیلہ میں کیوں پیدا ہوئیں تم ؟ "

دوشیزہ :

" میں ایسے قبیلہ سے ہوں، جو معزز ہے، جس پر کوئی الزام نہیں ، وہ لوگ، مہمانوں کی عزت کرتے ہیں تلوار چلانے میں تیز دست ہیں، لیکن اے شخص تو کس قبیلہ سے ہے ؟ "

مامون :

کیا تم علم الانساب جانتی ہو ؟ "

دوشیزہ :

" ہاں جانتی ہوں ! "

مامون :

" میں مضر حمرا کا فرد ہوں ! "

دوشیزہ :

"کون سا مضر ؟ "

مامون :

وہ جو نسب کے لحاظ سے سب میں مکرّم ، اور حسب کے اعتبار سے سب میں منظم ہے ! "

دوشیزہ:

میں سمجھ گئی، تم کنانہ میں سے ہو، لیکن کنانہ کی کس شاخ سے؟

مامون:

"جس کے بچے سب میں زیادہ شریف اور متین ہوتے ہیں"

دوشیزہ

"ہاں میں نے جان لیا، تم قریش میں سے ہو، لیکن قریش کے کس خاندان سے؟"

مامون

"جس کا ذکر سب سے سربلند اور جس کا فخر سب سے اونچا ہے!"

دوشیزہ:

"خدا کی قسم، تم بنی ہاشم میں سے ہو، لیکن بنی ہاشم کے کس گھرانے سے؟"

مامون:

"جس کے گھر سب سے اونچے، جس کا قبیلہ سب سے اشرف جس سے ہاشم ہیبت زدہ تھے!"

یہ سنکر دوشیزہ نے ادب سے سر جھکایا، اور کہا:

"السلام علیک یا امیر المومنین!"

مامون اس لڑکی کی ان باتوں سے بہت خوش ہوا، اس کی فصاحت و بلاغت، حاضر دماغی، برجستہ گوئی، ذہانت، ہر چیز نے خلیفہ کو بہت متاثر کیا۔

مامون نے اسی وقت اس لڑکی سے نکاح کر لیا اور اپنے ساتھ لے آیا، اسی کے بطن سے عباس پیدا ہوا، خلیفہ اس کی دلچسپ اور دل نشیں باتوں سے ہمیشہ لطف اندوز ہوا کرتا تھا وہ اس کے محل میں ایک چمکتا ہوا چراغ تھی جس سے تاریکی میں اجالا ہو جاتا ہے۔

(لحاوثات الملوک)

معیارِ انسانیت!

(۶۱)

حکیم افلاطون کا قصّہ

" اولمپک "کھیل یونان قدیم کی ایجاد ہے، یہ ہر چوتھے سال منعقد ہوا کرتا تھا، اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی ایک مرتبہ حکیم افلاطون، اولمپک کھیل دیکھنے کے لئے نکلا۔ راستہ میں وہ ایک ایسی جگہ مقیم ہوا، جہاں کے لوگ اُسے نہیں پہچانتے تھے۔ ' نہ وہ انھیں جانتا تھا، دورانِ قیام میں اس کے کردار کی پاکیزگی، اور طبیعت کی بلندی نے لوگوں کا دل موہ لیا اور وہ اس سے محبت کرنے لگے، اس کی تواضع، انکسار، سچائی اخلاق ان سب چیزوں سے وہ بہت متاثر تھے، اس ساری مدت قیام میں افلاطون نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے یہ اندازہ ہوسکتا کہ اسے علم اور فلسفہ کی ہوا بھی لگی ہے،

ایک مرتبہ ان لوگوں نے پوچھا:

" اے معزز الشان تیرا نام کیا ہے؟ "

وہ بولا :

" مجھے افلاطون کہتے ہیں ! "

جب اولمپک کھیل ختم ہو گئے، تو سب لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے، افلاطون بھی اپنے شہر ایتھنا میں واپس آگیا

کچھ دنوں کے بعد، لوگ جن کے پاس افلاطون ٹھہرا تھا، کسی کام سے ایتھنا آئے، اور افلاطون ہی کے پاس ٹھہرے، افلاطون نے بڑے چاؤ سے ان لوگوں کی دعوت اور مہانداری کی باتوں باتوں میں ان لوگوں نے کہا

" ہمارے اس شہر میں آنے کا مقصد، ایک یہ بھی تھا کہ ہم آپ کے ہم وطن اور ہم نام مشہور فلسفی افلاطون کی زیارت کریں، کیا یہ ممکن ہے ؟ کیا آپ اس سلسلہ میں ہماری امداد کریں گے ؟ "

یہ سنکر افلاطون مسکرایا، اس نے شرم سے گردن جھکالی اور کہا

" جس افلاطون کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ میں ہی ہوں ! "

انھوں نے جب یہ سنا تو بہت متعجب ہوئے اور کہا :

آپ کے دیدار سے پہلے ہم نے آپ کی تعریف سنی تھی، اب ہم نے آپ کو دیکھ بھی لیا، اور پہچان بھی لیا، اور جتنا کچھ سنا تھا اس سے کہیں بہتر پایا -

(۶۲)

خلیفہ ہشام کی بدزبانی!

خلیفہ ہشام ایک مرتبہ ایک شخص سے خفا ہو گیا، اور خفگی کے عالم میں اُسے بہت سی گالیاں دے ڈالیں، وہ شخص سنتا رہا سنتا رہا پھر اس نے کہا،

"آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ مجھے گالیاں دے رہے ہیں حالانکہ آپ اس صفحۂ ارض پر خدا کے خلیفہ ہیں ؟ کیا خدا کے خلیفہ کو ایسا ہی بدزبان، اور زبان دراز ہونا چاہیئے ؟"

یہ کھری کھری باتیں سنکر ہشام بہت شرمندہ ہوا اس نے کہا

"بدلہ لے لو!"

وہ شخص گویا ہوا،

"بدلہ لے لوں ؟ —— گویا میں بھی آپ کی طرح حماقت کا ارتکاب کروں اور گالیاں بکنے لگوں ؟"

ہشام نے کہا:-

"اچھا ایسا کرو، جتنا مال چاہو معاوضہ میں مجھ سے لو!" وہ کہنے لگا۔

"یہ بھی نہیں ہو سکتا، گالیوں کا معاوضہ مال نہیں ہو سکتا!" ہشام نے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر یہ کرو، کہ میری غلطی حسبتہً للہ معاف کر دو!" وہ بولا،

"ہاں یہ ہو سکتا ہے، میں نے معاف کیا!"

ہشام نے سر جھکا لیا!

پھر کہا:۔

"خدا کی قسم، اب ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا!"

(۶۳)

حضرت ابوبکرؓ کی کیفیت

عمر بن اسحاق روایت کرتے ہیں :-

علمائے سیر کا بیان ہے حضرت ابوبکر صدیق اپنے قبیلہ کی بکریوں کا دودھ (ضرورت مندوں کے لئے) دوہ دیا کرتے تھے، جب آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا "اب ہمیں دودھ دوہ کر کون دیا کرے گا ؟"

حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔

"میں ——! خلافت کا منصب، میرے اعمال و کردار میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا !"

چنانچہ حضرت ابوبکر نے اپنا کہا پورا کیا اور قبیلہ کے ضرورتمندوں کو خلافت کے زمانہ میں بھی، ان کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیتے رہے آپ کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا !

(محاسن الآثار)

(۶۴)

حضرت عمر کی فرض شناسی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:
ایک رات حضرت عمر نے مجھے یاد فرمایا، میں پہنچا تو کہا۔
"مدینہ کے دروازے پر ایک قافلہ اترا ہے، مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو لوگ سو جائیں اور ان کے ہاں چوری ہو جائے!"
یہ کہہ کر وہ چل کھڑے ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا، جب ہم قافلہ کے حدود میں پہنچ گئے، حضرت نے کہا،
"تم اب سو جاؤ!"
پھر وہ ساری رات پہرہ دیتے رہے، کیا مجال ہے جو پلک بھی جھپکی ہو!"

(۶۵)

"عمرؓ سے زیادہ عالم!"

ایک مرتبہ حضرت بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے، اتنے میں انھوں نے سنا ایک اعرابی اپنے رب کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:-

"یا اللہ، مجھے اپنے قلیل بندوں میں سے بنا دے!"

یہ سنکر حضرت متعجب ہوئے، فرمایا!"

"اس آدمی کو میرے پاس لاؤ!"

جب وہ سامنے آیا، تو فرمایا:-

"اے اعرابی تیری ایسی نرالی دعا میں نے آج تک نہیں سُنی آخر اس کا مطلب کیا ہے؟"

اعرابی نے جواب دیا،

"آپ کو معلوم ہے یا امیر المومنین!"

اب تو آپ کا تعجب اور بڑھا، آپ نے فرمایا:-

"کس طرح معلوم ہے مجھے ؟"

اعرابی نے کہا،

"کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے — وقلیل من عبادی الشکور — (یعنی میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار بندے ہیں) — لہٰذا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے شکر گزار بندوں میں شامل کردے اور چونکہ ایسے شکر گزار بندے کم ہیں، لہٰذا ان ہی کم یعنی قلیل بندوں میں سے ایک فرد مجھے بھی، بنا دے !"

یہ سنکر حضرت عمر نے کہا

"سچ کہا تو نے، اب تو جاسکتا ہے !"

پھر آپ نے فرمایا،

"ہر شخص عمر سے زیادہ عالم اور واقف ہے !"

---

(٦٦)

حضرت حسنؓ کی تواضع

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن اپنے گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لئے جا رہے تھے، راستہ میں کچھ مساکین نظر پڑے جو گھر بار سے محروم ہونے کے باعث، سرِراہ بیٹھے ہوئے دال دلیا کھا رہے تھے۔

حضرت امام حسن جب قریب پہنچے، تو انھوں نے سلام کیا حضرت نے بھی سلام کا جواب دیا، پھر ان لوگوں نے کہا:۔

"اے ابن رسول آیئے، دو لقمے ہمارے ساتھ بھی تناول فرمایئے!"

آپ نے فرمایا:۔

"ضرور ــــ" پھر آپ سواری سے اتر پڑے، ان کے ساتھ بیٹھ گئے، اور جو کچھ موجود تھا وہ کھالیا۔

پھر سلام کیا، سواری پر سوار ہوئے، اور چلے گئے!

(عوارف المعارف)

حضرت امام حسن ہی کے بارے میں ایک اور روایت ہے
ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں
کچھ لڑکے ملے، جو روٹی کھا رہے تھے، انھوں نے آپ کو مدعو
کیا، آپ سواری سے اتر پڑے اور ان کے ساتھ کھانے لگے،
پھر انھیں اپنے گھر لے گئے اور طرح طرح کے اچھے اچھے
کھانے کھلائے، اور نئے نئے کپڑے پہننے کو دیئے، پھر فرمایا،
جو انھیں میسّر تھا انھوں نے دیا، جو مجھے میسّر تھا میں نے
پیش کر دیا!"

(اسعاف الراغبین)

(۶۷)

عمر بن عبدالعزیز کا انکسار

نضر بن سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ :۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ اپنی ایک کنیز سے کہا،
" ذرا پنکھا جھل دے تاکہ میں سو رہوں!
وہ پنکھا جھلنے لگی، اور آپ سو گئے!
کچھ دیر کے بعد پنکھا جھلتے جھلتے کنیز پر نیند غالب آگئی، وہ بھی اونگھتے اونگھتے سو گئی، پنکھا بند ہوا تو حضرت کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے چپکے سے پنکھا لے لیا، اور کنیز کو جھلنے لگے!
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو کنیز کے لگی، اس کی آنکھ کھل گئی یہ ماجرا دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی، حضرت نے اس سے فرمایا،
" مت ڈرو تم بھی میری طرح بشر ہو جس طرح مجھے گرمی لگتی ہے تمھیں بھی لگتی ہے، تم نے بہت دیر تک مجھے پنکھا جھلا، اگر ذرا دیر میں نے جھل دیا تو کیا ہو گیا؟ (الروض الفائق)

(۶۸)

علم کا احترام

خلیفہ ہارون رشید علما کا بہت احترام اور خیال کیا کرتا تھا' ابومعاویہ ضریر کہتے ہیں وہ خود بھی بہت بلند پایہ عالم تھا'

ابومعاویہ کا بیان ہے :-

ایک روز میں نے رشید کے ساتھ کھانا کھایا کھانے کے بعد ایک آدمی نے آکر میرے ہاتھ دھلائے' پھر خلیفہ نے مجھ سے پوچھا:

" اے ابومعاویہ، جانتے ہو تمھارے ہاتھ کس نے دھلائے تھے؟

میں نے کہا :

" نہیں اے امیر المؤمنین !"

خلیفہ نے کہا : " میں نے "

میں نے کہا !

" میں جانتا ہوں یہ آپ نے علم کا احترام کیا !"

خلیفہ نے کہا " ہاں' یہی بات ہے !"

(الفخری)

(۶۹)

امین اور مامون کا قصّہ

کسائی، امین اور مامون (خلیفہ ہارون رشید کے بیٹے) کی تادیب وتعلیم پر مامور تھا، ایک روز وہ پڑھا کر اٹھنے لگا۔ دونوں بھائی لپکے کہ جلدی سے جوتا اٹھا کر استاد کے سامنے رکھ دیں اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا کہ کون استاد کے سامنے اس کا جوتا رکھے؟ کسائی نے یہ دیکھ کر یوں صلح کرائی:

"یوں کرو کہ تم میں سے ہر ایک، ـــــ ایک ایک جوتا اٹھا کر لائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ خبر خلیفہ کو پہنچی، اس نے کسائی کو بلایا، جب وہ آیا تو پوچھا سب سے زیادہ معزز کون شخص ہے؟"

اس نے جواب دیا

"امیر المومنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے؟"

خلیفہ نے کہا،

"نہیں وہ شخص، جس کے لئے ولی عہد سلطنت اور اس کا بھ...
اس پر جھگڑیں کہ کون جوتا پہلے اٹھائے؟

کسائی گھبرا گیا، سمجھا خلیفہ برہم ہے، ہارون رشید سمجھ گیا
اس نے کہا

"اگر تم میرے لڑکوں کو اس سے منع کرتے تو میں تم سے خفا
ہو جاتا، اور تمھیں مستحق تعزیر سمجھتا! —— اس فعل سے میرے
لڑکوں کی عزت اور شرف میں کمی نہیں ہوئی، بلکہ اور اضاف...
ہو گیا، ان کا جوہر نمایاں ہو گیا، ان کے کردار کا شرف ظاہر ہو گیا۔

پھر خلیفہ نے کہا

"آدمی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، لیکن، وہ ان تین سے بڑا نہیں ہو سکتا

۱۔ بادشاہ سے،

۲۔ والدین سے،

۳۔ استاد سے،

پھر خلیفہ نے اس حسن تادیب پر کسائی کو دس ہزار درہم انعام
کے عطا کئے!

(۷۰)

ہارون رشید اور بہلول

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے بغداد سے نکلا، کوفہ میں پڑاؤ کیا، کوفہ کے لوگ خلیفہ کے دیدار کے لئے انبوہ اور ہجوم کی صورت میں جمع ہو گئے، اونٹ پر ہودج تھا اور ہودج میں خلیفہ متمکن تھا،

بہلول نے آواز دی،

"ہارون، ہارون!"

خلیفہ نے کہا

"یہ کون شخص ہے جو اس جرأت سے میرا نام لے کر مجھے پکارتا ہے؟"

جواب ملا،

"یہ بہلول ہے!"

خلیفہ نے ہودج کا پردہ اٹھایا، بہلول نے کہا،

"اے امیر المومنین، عبداللہ العامری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو حج کے لئے جاتے ہوئے دیکھا، نہ آپ کے ساتھ خدم وحشم تھے نہ ہٹو بچو کے نعرے، نہ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ٹیپ ٹاپ، اس سفر کے راستہ میں آپ کو بھی تواضع سے کام لینا چاہیئے تھا اور اس طمطراق سے کنارہ کشی کرنی چاہیئے تھی۔"

یہ سنکر ہارون رشید پر رقت طاری ہوگئی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، اور آنسو زمین پر گرنے لگے، ہارون نے بہلول سے مخاطب ہو کر کہا،

"اے بھلول، تم نے بڑی اچھی بات بتائی، کچھ اور کہو!"

بھلول نے کہا

"جس شخص کو خدائے بزرگ و برتر، مال عطا کرے، حسن کی دولت دے، سلطانی اور فرماں روائی بخشے، اُسے چاہیئے کہ مال، خدا کی راہ میں خرچ کرے، جمال کو عفت سے طاہر اور پاک رکھے اور سلطانی و فرماں روائی کو عدل اور انصاف سے مستحکم کرے۔"

رشید نے کہا:

"بہت خوب کہا تم نے!"

پھر حکم دیا کہ بہلول کو ایک رقم خطیر انعام کے طور پر ابھی اور اسی وقت عطا کی جائے؟"

لیکن بہلول نے رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا:

"مجھے یہ رقم نہیں چاہیئے ——— یہ رقم ان لوگوں کو واپس کر دو جن سے لی گئی ہے!"

یہ سنکر خلیفہ خاموش ہوگیا؛

پھر اس نے بہلول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"اچھا آج سے تمھارا کھانا پانی ہمارے ذمہ رہا!"

بہلول نے خلیفۂ وقت کی یہ پیش کش بھی قبول نہیں کی اور خلیفہ سے برسر عام آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

"یا امیرالمومنین، میں اور آپ، اللہ کے عیال ہیں اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ وہ آپ کو تو یاد رکھے اور مجھے فراموش کر دے!"

---

(٧١)

موت سے بڑھکر کوئی واعظ نہیں

ایک دولت مند شخص تنہا جا رہا تھا، راستے میں کچھ قبریں پڑیں، اس نے ان سے کوئی عبرت نہ حاصل کی، اپنے زور و قوت، حسن و جمال اور دولت و ثروت کے خیال میں سرمست مصروف خرام رہا اتفاقاً اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی، جو ایک قبر کے پاس بیٹھا کسی مردہ کھوپری کو بہ نگاہ عبرت دیکھ رہا تھا اور تاثر و عبرت کا ایک خاص عالم اس پر طاری تھا،

وہ دولت مند شخص قریب آیا، اور تمسخر و استہزاد کے رنگ میں اس نے پوچھا،

" اے شخص مجھے بتا اس کھوپری میں کیا رکھا ہے جسے تو اتنے غور اور توجہ سے دیکھ رہا ہے؟ یہ تو محض ٹوٹی پھوٹی اور بے جان ہڈیوں کا ایک شکستہ ڈھانچہ ہے اس میں ایسی کون چیز ہے جس پر تجھے حیرت ہو، یا تو اتنی یکسوئی سے اس پر غور کرے؟

اس مردِ مفکر نے، خشکی اور سرد مہری کے ساتھ دولت مند شخص کو دیکھا، اور کہا:

"میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ کھوپڑی کسی امیر کی ہے یا غریب کی؟ کسی بڑے آدمی کا سر ہے یا چھوٹے آدمی کا؟"

یہ سنکر دولت مند بہت متاثر ہوا اپنی عظمت و کبریائی بھول کر، اپنی حیثیت کا صحیح احساس کر کے اس نے کہا:-

موت سے بڑھکر کوئی واعظ نہیں!"

---

(۷۲)

نبوّت کا مدعی

خلیفہ مامون رشید کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، مامون نے اُسے پکڑ بلایا، اور کہا:

"اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو!"

وہ بولا

"فرمائیے، کون سا معجزہ؟"

مامون نے کہا

"حضرت ابراہیمؑ کا معجزہ، ——— ہم تمھیں آگ میں ڈالتے ہیں، اگر سچے ہو تو اسے اپنے اوپر گلزار بنا لو!"

وہ بولا

"نہیں، اس سے کوئی آسان معجزہ طلب کیجیے، یہ تو بہت سخت ہے!"

مامون نے کہا

"اچھا برہانِ موسیٰ" ——— انھوں نے اپنا عصا پھینکا، اور

اور وہ اژدھا بن گیا، تم بھی کر دکھاؤ!"

وہ کہنے لگا،

"یہ تو پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے، کوئی اور آسان معجزہ طلب کیجئے!"

مامون نے کہا،

"اچھا برہان عیسیٰؑ ــــــــ وہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، تم بھی ایسا کر دکھاؤ!"

وہ کہنے لگا!"

"اب آپ نے کہا ــــــــ ٹھیک ہے یہ میں کر دکھاؤں گا۔"

قاضی دربار، یحییٰ بن اکثم خلیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھ کر بولا:۔

"یہ یحییٰ بن اکثم بیٹھے ہیں، میں ابھی ان کی گردن مارتا ہوں، جب ان کی کھوپڑی جسم سے الگ ہو جائے گی اور یہ بالکل ٹھنڈے ہو جائیں گے، زندگی کی ذرا بھی رمق ان میں باقی نہیں رہے گی، تو میں انہیں فوراً زندہ کر دوں گا!"

یہ سنکر یحییٰ نے کہا، "سب سے پہلے میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور تمہاری نبوت کی تصدیق کرتا ہوں!" مامون ہنسنے لگا! بات آئی گئی ہو گئی!

(۷۳)

امیر معاویہ اور یزید!

جب امیر معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا، تو ایک سرخ رنگ کی چھولداری اس کے لئے دربار میں نصب کی، لوگ جو حاضر دربار ہوتے تھے، وہ پہلے امیر معاویہ کو سلام کرتے تھے، پھر یزید کو ایک روز ایک آدمی آیا، اس نے بھی اسی معمول پر عمل کیا۔ پھر وہ معاویہ کے پاس آیا، اور کہا؛

"یا امیر المومنین، اگر آپ یزید کو ولی عہد نہ بناتے، تو مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچتا"

احنف دربار میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے، ان سے معاویہ نے کہا

"اے ابو بحر تمھاری کیا رائے ہے؟"

احنف نے کہا؛

"اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈر لگتا ہے، اگر سچ کہوں تو آپ

سے خون معلوم ہوتا ہے!"

معاویہ نے کہا؛

"تم نے جو کچھ کہا، خدا اس کی تمھیں جزا دے، اور اچھی جزا دے!"

جب احنف دربار سے نکلے تو باہر دروازہ پر، اسی شخص منافق کو انھوں نے کھڑا دیکھا، وہ شخص انھیں دیکھکر پاس آگیا، اور بڑے دوستانہ اور رازدارانہ لہجہ میں ان سے کہا،

"اے ابو بحر، —— میں جانتا ہوں یہ یزید، اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق میں سب سے شر انگیز اور فتنہ جو ہے، لیکن ان ہی کمبختوں کے ہاتھ میں اللہ نے دولت، ثروت، جاہ وحشم اور خزائن دنیاوی کی کنجیاں دے رکھی ہے، ہم چاہتے ہیں یہ دولت ان کے ہاتھ سے نکلے اور ان کے ہاتھ سے روپیہ کھینچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے —— !" پھر اس نے کہا

"اور وہ صورت کیا ہے، وہ ابھی تم دربار میں دیکھ اور سن چکے ہو"

احنف نے کہا،

"اے شخص اپنے دین پر قائم رہ، اس لئے کہ دوڑخا شخص اس لائق نہیں کہ خدا کو منہ دکھا سکے!"

(۷۴)

حرّیت ضمیر!

ایک شخص کو حکومت کی طرف سے، اس کے سنگین جرم کے پیش نظر نہایت سخت سزا دی گئی، اس کے اعزا دربار اور بادشاہ کے منہ چڑھے تھے، انھوں نے کوشش کی کہ بادشاہ پر اثر ڈال کر اس کی سزا بخشوا لیں اور اُسے رہا کرالیں؛

بڑی دوڑ دھوپ کے بعد، بالآخر اپنی کوششوں میں وہ کامیاب ہوگئے، اور بادشاہ نے مُہر دار کو جس کے پاس شاہی مہر رہتی تھی، طلب فرمایا، یہ شخص بڑا ایمان دار اور بااصول تھا،

بادشاہ نے اس سے کہا،

"شاہی مہر لاؤ، تو اس عفونامہ پر ہم اپنی مہر لگا دیں!"

مہردار نے کہا

"اے میرے آقا نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا، ایسے سخت گناہ پر، معافی نہیں جاری ہوسکتی ——— !"

بادشاہ یہ سنکر برہم ہوگیا، اس نے نہایت خفگی سے ساتھ کہا،

" فوراً مہر حاضر کردو!"

مہردار نے فوراً مہر حاضر کردی، بادشاہ نے عفونامہ پر وہ مہر لگا دی؛

اس کام سے فارغ ہوکر بادشاہ نے مہر پھر مہردار کو واپس کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، لیکن اس نے مہر لینے سے انکار کردیا، کہا،

" اے میرے آقا، اب یہ ناپاک ہوگئی میں اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا"!

اس عدیم المثال جرأت پر بادشاہ ہکا بکا رہ گیا ایسا منظر اس کے سامنے کبھی پیش نہیں آیا تھا، بادشاہ نے وہ مہر لے کر، فوراً آگ میں ڈال دی، اور خاموش ہوگیا مہردار سے کچھ نہیں کہا؛

لیکن مہردار نے وہ مہر والی انگوٹھی آگ میں سے نکال لی اور کہا،

" اب میں، اطاعت اور وفاداری کے پورے جذبہ

کے ساتھ لے رہا ہوں، اس لئے کہ آگ میں پڑنے کے بعد ہر چیز پاک اور طاہر ہو جاتی ہے!"

وَفاءِ عهد !

(۷۵)

حضرت عمر اور ہرمزان!

ملک فارس کا ایک مجرم ہرمزان کہ جو اپنے ملک کے اکابر میں شمار ہوتا تھا اور جس کے قتل کا حکم صادر کیا جا چکا تھا حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا،

ہرمزان نے کہا۔

"یا امیر المومنین —— میں تھوڑا پانی پینا چاہتا ہوں جب تک میں پیاسا ہوں مجھے قتل نہ کیجئے"!

حضرت عمرؓ نے یہ بات مان لی، اور حکم دیا اس کے لئے پانی لایا جائے، جب پانی، اور پیالہ ہرمزان نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا، تو کہا:

" اے امیر المومنین، جب تک میں یہ پیالہ نہ پی لوں مجھے امان ہے؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا؛

ہاں ، — !"

ہرمزان نے پیالہ پھینک دیا ، پانی بہا دیا ، اور کہا

" اے امیرالمومنین پاس وعدہ ضرور رہے !"

حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا

" اسے چھوڑ دو ، قتل نہ کرو !"

اس برتاؤ سے ہرمزان اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے اسلام قبول کرلیا ، اور ، رفتہ رفتہ وہ حضرت عمرؓ کا مشیر بن گیا !

(۷۶)

عہدِ مامون کا ایک واقعہ

جب مامون مسند خلافت پر متمکن ہوا، تو اس کے چچا ابراہیم بن مہدی نے خروج کیا، مامون نے اس کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر تیار کیا، ابراہیم دہشت کھا گیا اور روپوش ہوگیا، مامون نے اس شخص کے لئے ایک ہزار دینار انعام کا اعلان کیا جو اس کی نشان دہی کرے؛

ابراہیم ایک روز اِدھر اُدھر بھٹک رہا تھا کہ ایک فوجی سپاہی کی اس پر نظر پڑ گئی، وہ خوش ہو کر پکارا

"واللہ یہی وہ شخص ہے جس کی امیر المومنین کو تلاش ہے!"

یہ سنکر ابراہیم پر خوف طاری ہوا، سپاہی نے اس کا پیچھا کیا دونوں گتھ گئے، بہت سے لوگ بھی جمع ہوگئے لیکن ابراہیم بھاگ نکلا اور ایک تنگ گلی میں داخل ہوگیا، یہاں ایک گھر کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا، آؤ دیکھا نہ تاؤ، اسی میں داخل ہوگیا، سامنے ایک

باوقار عورت بیٹھی تھی ' ابراہیم کو دیکھ کر اس نے پوچھا :

" کیا کام ہے تجھے ؟ "

ابراہیم نے جواب دیا '

" وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے ، مجھے اپنی جان کا خوف ہے ! میں تمھارے پاس پناہ لینے آیا ہوں ! "

وہ بولی

" میں تمھیں پناہ دوں گی ' آؤ آجاؤ ' یہاں تمھیں امن ہے ! "

پھر اس نے اُسے ایک کوٹھری میں داخل کیا اور باہر سے کنڈی لگا لی '

ابراہیم کی سانس ابھی نہیں ٹھہری تھی کہ اس نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی ' جھروکے میں سے جھانکا تو وہی سپاہی ' اور ایک جم غفیر ' سپاہی ابراہیم سے گتھم گتھا ہونے کے بعد کافی زخمی ہو گیا تھا اس سے اچھی طرح چلا نہیں جا رہا تھا ' سر پر کچھ پٹیاں بھی بندھی تھیں ' وہ آتے ہی فرش پر گر پڑا ' ابراہیم یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا ' اور اُسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا ' ابراہیم کو یقین ہو گیا اب جان بچنا مشکل ہے وہ دل ہی دل میں کہنے لگا

" میری موت یہاں مجھے لائی ہے ' خدا کی مرضی میں کوئی چارہ نہیں "

اُن لوگوں کو دیکھکر عورت ذرا بھی نہ گھبرائی، جب لوگ چلے گئے تو سپاہی نے کہا:۔

"میں نے اُسے پکڑ لیا ہوتا لیکن وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا!"

عورت نے سپاہی کی مرہم پٹی کی، اس سے لطف و مدارات کا برتاؤ کیا اور اس سے دلدہی کی باتیں کرتی رہی، آخر کچھ آرام پاکر وہ سپاہی وہیں سوگیا، اور اس کی تکلیف کسی حد تک کم ہوگئی۔

جب وہ سپاہی سوگیا، تو وہ عورت دبے پاؤں اٹھی اور ابراہیم کے پاس آئی اور کہا؛

میرا خیال ہے اس سارے ہنگامہ کی جڑ تم ہی ہو؟"

ابراہیم نے کہا

"ہاں ——— !"

وہ کہنے لگی:

"کوئی حرج نہیں، میں تمھیں پناہ دے چکی ہوں، نقض عہد نہیں کروں گی!"

پھر وہ بولی

"اب تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ!"

ابراہیم وہاں سے رخصت ہوگیا!

وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، کیسی عجیب و غریب ہے یہ عورت، یہ جانتی تھی مجھے گرفتار کرکے پانچ ہزار دینار مل سکتے ہیں، یہ جانتی تھی میں نے ہی اس کے آدمی کو زخمی کیا ہے پھر بھی اس نے جو عہد کیا تھا وہ نبا ہا، اور چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم رہی!"

کچھ عرصہ بعد، مامون نے ابراہیم کی خطا بخش دی اور سوال کیا "اپنی روپوشی کے دور کا کوئی اہم ترین واقعہ سناؤ!"

ابراہیم نے اسی صاحب کردار عورت کی کہانی سناڈی

مامون یہ سنکر بہت خوش ہوا اس نے عورت کو بلایا اور اس پاس عہد کے سلسلہ میں بہت بڑا انعام دیا!

---

(۷۷)

وفاءِ عہد کی ناقابل فراموش مثال

سموال بن عادیا عربوں کی تاریخ میں وفاءِ عہد کے لئے ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے ؛

واقعہ یوں ہے کہ امراؤ القیس مشہور عرب (دورِ جاہلیت کا یگانہ اور نادرِ روزگار) شاعر جب قیصرِ روم کے دربار میں طلب کیا گیا، تو جاتے وقت وہ اپنی زرہ اور اسلحہ اور بہت سا مال سمؤل کے پاس امانتہً رکھ گیا۔

جب امرؤ القیس اس دنیا سے رخصت ہوگیا، تو کندہ کے بادشاہ نے، جو امراؤ القیس کا بدترین دشمن تھا سموال سے امانت رکھی ہوئی تمام چیزیں، ایک فرمان کے ذریعہ طلب کیں،

سموال نے جواب دیا،

"امراؤ القیس کی امانت، یا تو میں اس کی بیٹی کو لوٹاؤں گا یا دوسرے ورثار کو، بادشاہ کو نہیں سونپ سکتا، اس لئے کہ وہ

مستحق نہیں ہے !"

بادشاہ نے پھر اصرار کیا، لیکن اس مرتبہ بھی سموال نے صاف انکار کر دیا! اور کہا،

"میں امانت میں خیانت نہیں کر سکتا میں ترک وفا نہیں کر سکتا میں دھوکے اور فریب کا مجرم نہیں بن سکتا!"

یہ سنکر کندہ کا بادشاہ بہت برہم ہوا، وہ لشکر گراں لے کر چڑھ دوڑا، سموال اپنے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا، بادشاہ کے لشکر نے ہر چہار طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا۔

اتفاق سے، سموال کا لڑکا کسی طرح قلعہ سے باہر رہ گیا تھا کندہ کے بادشاہ نے اُسے گرفتار کر لیا، اور قید کر دیا، پھر سارے قلعہ کے اردگرد اس نے چکر لگایا، اور سموال کو پکارا!

آواز سنکر سموال، قلعہ کی برجی پر چڑھا اور باہر کی طرف جھانکا، بادشاہ نے اس سے کہا

"میں نے تمھارے لڑکے کو گرفتار کر لیا ہے، یہ دیکھو وہ میرے ساتھ ہے!"

پھر وہ گویا ہوا!"

"پس اگر تم اپنے لڑکے کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً امراؤ القیس

کی زرہ، سامان جنگ، اسلحہ اور جملہ مال و متاع میرے حوالے
کردو۔ ایسا کروگے تو میں تمھارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں
گا، محاصرہ اٹھالوں گا، تمھارا بیٹا تمھیں واپس کردوں گا، اور اگر
اب بھی تم نے پہلے کی طرح انکار کیا، تو یاد رکھو، اس لڑکے کو
تمھاری آنکھوں کے سامنے ذبح کردوں گا، تم خود دیکھ لوگے
اس کا کیا حشر ہوتا ہے، —— اب تمھیں اختیار دیا جاتا ہے
دونوں باتوں میں سے جو چاہو پسند کرلو!"

سموال نے جواب دیا،

"خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ مرنے کے بعد میں امراؤالقیس
سے دغا کروں، رہا میرے لڑکے کا معاملہ تو جو تیرا جی چاہے وہ کر!"

یہ سنکر، بادشاہ کا غصہ بہت زیادہ بھڑک اٹھا، اس نے
اسی وقت، وہیں قلعہ کی دیوار کے نیچے، سموال کی آنکھوں کے
سامنے اس کے بیٹے کو ذبح کردیا، سموال یہ جگر خراش اور ہولناک
منظر دیکھتا رہا، مگر اس نے اُف بھی نہ کی، بیٹے کی جان بچانے
کے لئے، وہ امانت میں خیانت پر کسی طرح بھی راضی نہ ہوا،
صبر و شکر کے ساتھ اپنے بیٹے کا قتل دیکھا کیا، اس کے نزدیک
بیٹے کی جان، خود اپنی زندگی اپنے متعلقیں کا بچاؤ، یہ سب باتیں

بے معنی تھیں، وہ صرف ایک بات جانتا تھا یہ کہ کبھی اور کسی حالت میں بھی عہد نہ ٹوٹنے پائے، امانت میں خیانت کے جرم کا ارتکاب نہ ہوا۔

پھر جب کچھ عرصہ بعد، جب امراؤالقیس کے ورثا آئے تو سموال نے اس کی ایک ایک چیز گن کر ان کے حوالہ کردی اسی واقعہ کے بعد سے تاریخ عرب میں سموال کا نام پاس عہد کے سلسلہ میں ضرب المثل کی حیثیت سے مشہور ہوگیا۔

---

(۷۸)

پاسِ وعدہ

حارث بن عباد، عدی بن ربیعہ کی تاک میں تھا کہ کہیں پکڑ لے تو اس سے بدلہ لے، ان دونوں کی بہت پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔

ایک مرتبہ میدانِ جنگ میں دونوں کا آمنا سامنا ہوا، حارث نے عدی کو پکڑ لیا، لیکن وہ اُسے پہچانتا نہیں تھا کہ یہی عدی بن ربیعہ ہے۔ گرفتار کرنے کے بعد حارث نے عدی سے پوچھا:

"بتاؤ عدی بن ربیعہ کہاں ہے؟"

تو گرفتار، یعنی خود عدی نے کہا،

"بتا دوں گا، لیکن شرط یہ ہے کہ جیسے ہی میں بتاؤں فوراً مجھے رہا کر دیجئے اور پھر نہ پکڑ لیجئے!"

حارث نے جواب دیا

"منظور —— بتاؤ؟"

وہ بولا:

"میں ہوں، عدی بن ربیعہ!"

حارث نے فوراً اسے رہا کر دیا۔ اور پھر گرفتار نہیں کیا۔

(۷۹)

نعمان بن منذر اور طائی

نعمان بن منذر بادشاہ حیرہ نے اپنے دربار کے دو دن مقرر کر رکھے تھے ؛

۱۔ یوم غضب

۲۔ یوم نعیم

پہلے دن جو شخص سامنے آجاتا، وہ کتنا ہی بے قصور ہوتا، لیکن نعمان کی آتش غضب کے شعلے اُسے جلا کر خاکستر کر دیتے، اور دوسرے دن جو سامنے آجاتا وہ کتنا ہی قصور وار ہوتا، لیکن خلعت اور انعام سے سرفراز ہوتا۔

اتفاق کی بات، طائی زمانہ کا ستایا ہوا، فاقہ کا مارا ہوا، تباہ و برباد، خستہ و درماندہ، پریشان و دل گرفتہ، گھر سے نکلا اور قسمت آزمائی کے ارادہ سے اس نے، نعمان بن منذر کے دربار کی راہ لی بُری قسمت سے، نعمان کے دربار میں، جب وہ پہنچا تو یہ یوم غضب تھا۔

یعنی آج کے دن، انعام اور بخشش کا کوئی سوال نہیں تھا، صرف ہلاکت اور موت ہی کا تحفہ مل سکتا تھا،

دربار میں پہنچنے کے بعد طائی کو معلوم ہوا کہ آج کون دن ہے؟ اور اب کیا ہونے والا ہے؟ اس نے بادشاہ سے کہا

"خدا بادشاہ کی عمر دراز کرے، میری ایک چھوٹی لڑکی ہے، بھوکی بیوی ہے، گھر میں سوا فقر وفاقہ اور عسرت و فلاکت کے کچھ نہیں ہے، قسمت کی خوبی کہ میں بادشاہ کے دربار میں اس دن پہنچا جب قسمت مخالف ہوتی ہے، اور موت رفاقت پر کمربستہ ہوتی ہے، میں بادشاہ کا اصول توڑنا نہیں چاہتا، صرف اتنی رعایت چاہتا ہوں کہ میں اپنے بال بچوں کے پاس چلا جاؤں اور جو تھوڑی سی پونجی میرے پاس ہے، یہ انھیں سونپ آؤں، اور قبیلہ کے اہل خیر کی خدمت میں عرض کردوں کہ وہ ان بے سہارا اور تباہ حال لوگوں کا خیال رکھیں، میں خدا کو حاضر ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ میں شام تک وصیت کرکے - - - - - - - - - - -

اور اپنے فرائض ادا کرکے واپس آجاؤں گا، اور اپنے آپ کو پیش کردوں گا کہ بادشاہ جو سلوک چاہے میرے ساتھ روا رکھے اور میں جانتا ہوں وہ قتل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا!"

زندگی میں پہلی مرتبہ، طائی کے الفاظ نے لغمان کے دل پر دستک دی، اور وہ کسی حد تک متاثر ہوا، اُسے یقین ہوگیا، یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل صحیح ہے، اس میں کذب و دروغ کا عنصر شامل نہیں ہے، اس نے کہا

"میں تمھیں جانے کی عارضی اجازت دے سکتا ہوں، لیکن صرف اس صورت میں کہ کوئی تمھارا ضامن بنے، اور یاد رکھو اگر تم وقت مقررہ پر واپس نہ آئے تو تمھارے بجائے تمھارا ضامن قتل کیا جائے گا۔"

لغمان کا ندیم، شریک بن عدی سامنے بیٹھا تھا، طائی اس کی طرف مخاطب ہوا، اور التجا بھری نظروں سے اُسے دیکھکر کہا

"اے شریک میں موت سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے اپنے چھوٹے بچوں کا ضرور خیال ہے، وہ بھوک اور انتظار کے عالم میں بیٹھے ہیں تم شریف اور معزز ہو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ شام تک واپس آجاؤں گا کیا تو میری ضمانت کرے گا؟"

شریک نے لغمان سے کہا،

"اے بادشاہ میں طائی کی ضمانت کرتا ہوں!"

اس ضمانت کے بعد طائی چلا گیا۔

جب دوپہر ہوئی، تو لغمان بن منذر نے شریک سے کہا

" طائی اب تک نہیں آیا!"

شریک نے کہا

" وہ شام تک آنے کا وعدہ کر گیا ہے، اگر شام تک نہ آئے تو میں اس کے بجائے حاضر ہوں!"

جب شام قریب ہوئی، لغمان نے کہا

" اب تم قتل کے لئے تیار ہو جاؤ!"

شریک نے کہا،

" میں تیار ہوں ـــــ لیکن وہ دیکھئے گرد اڑ رہی ہے معلوم ہوتا ہے کوئی آرہا ہے، ذرا دیر انتظار کر لیجئے، میرا خیال ہے وہ طائی ہے!"

لغمان ٹھہر گیا!

اور تھوڑی دیر میں واقعی، طائی ہانپتا کانپتا پہنچ گیا، اس نے کہا

" مجھے اندیشہ تھا کہیں میرے پہنچنے سے پہلے شام نہ ہو جائے اس لئے میں اُفتاں وخیزاں آیا ہوں!"

پھر وہ بادشاہ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہا

" اے بادشاہ، اپنے حکم کی تعمیل کر!"

لقمان نے گردن اٹھائی، اور کہا،

"خدا کی قسم، میں نے تم دونوں سے زیادہ عجیب آدمی کوئی نہیں دیکھا، اور اے طائی تو نے وفائے عہد میں وہ مقام حاصل کرلیا ہے کہ کوئی بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتا، اور یہ فخر تیرے لئے کافی ہے! اور اے شریک تو نے شرافت نفس اور ایثار کی حد کردی کرم اور ایثار کا جب بھی ذکر ہوگا، تیرا نام ضرور لیا جائے! — اور میں اس واقعہ کے طفیل میں آج سے اپنا یوم غضب منسوخ کرتا ہوں۔ اب کبھی بھی یہ دن نہیں آئے گا — !"

طائی نے کہا،

"بے وفار وہی ہوتا ہے، جو لامذہب ہو!"

لقمان نے اُسے بہت سا انعام دیا اور رخصت کردیا۔

(عقد الفرید)

---

(۸۰)

مامون اور عبداللہ بن طاہر

خلیفہ مامون نے عبداللہ بن طاہر بن حسین کو مصر و شام کا گورنر مقرر کیا، ایک روز مامون کے بعض حاشیہ نشینوں نے عرض کیا

"یا امیرالمؤمنین آپ نے عبداللہ بن طاہر کو اتنا بڑا منصب سونپ دیا ہے، حالانکہ وہ حضرت علی سے عقیدت رکھتا ہے اور علویہ کی طرف راغب ہے اور صرف یہی نہیں، بلکہ اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا، وہ، علیؓ کا عقیدت مند، اور علویوں کا جان نثار تھا"

یہ باتیں سنکر مامون خاموش ہوگیا، لیکن دل میں یہ کانٹا کھٹکتا رہا، پھر اس نے الگ جاکر، ایک آدمی کو بلایا اور اسے درویشوں کا لباس پہنایا، پھر اسے عبداللہ بن طاہر کے پاس جانے کی ہدایت کی اور کہا،

"تم مصر جاؤ، وہاں پوشیدہ طور پر (یعنی اپنے آپ کو ظاہر کئے بغیر) لوگوں میں، قاسم بن محمد بن طباطبا علوی کا پروپیگنڈہ کرو خوب

خوب ان کے مناقب بیان کرو، پھر اس کے بعد عبداللہ بن طاہر کے جو معتمد لوگ ہوں ان سے ملو، اس کے بعد خود عبداللہ سے ملاقات کرو، اور اُسے دعوت دو کہ وہ قاسم بن محمد علوی کی جماعت میں شریک ہو جائے، اس طرح تمھیں اس کے باطن کا صحیح صحیح اندازہ ہو جائے گا، جب تمھیں اس کی نیت کا پورا پورا پتہ چل جائے، تب میرے پاس آؤ، اور سارا ماجرا کہہ سناؤ!"

اُس آدمی نے مامون کے ہدایات پر پورا پورا عمل کیا، مصر پہنچا اور اُسی کام میں منہمک ہو گیا، جو مامون نے بتایا تھا، ایک روز اس نے ایک تحریر لکھ کر عبداللہ کو بھیجی، جب لوگ چلے گئے، حاجب اس کے پاس آیا، اور اسے عبداللہ کے پاس لے گیا، وہ خاموشی اور وقار کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا، اور اس وقت بالکل تنہا تھا، کوئی بھی اس کے پاس نہیں تھا!

عبداللہ نے کہا:

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا مقصد لے کر یہاں آئے ہو؟"

وہ بولا،

"سب سے پہلے جان کی امان چاہتا ہوں!"

عبداللہ نے کہا:

وہ دی گئی !"

پھر اُسی شخص نے عبداللہ کو، قاسم کی جماعت میں شرکت کی دعوت دی اور بڑی فصاحت و بلاغت اور جوش و خروش سے اپنا کردار ادا کیا؛

عبداللہ نے کہا،

"کہہ چکے تم جو کچھ کہنا تھا؟"

وہ بولا

"جی ہاں کہہ چکا!"

عبداللہ نے کہا،

"کیا انسان پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے محسن کا شکر ادا کرے؟"

وہ بولا،

ضرور ہے!"

عبداللہ گویا ہوا

"تم میرے پاس اپنا پیام لے کر آئے ہو! اور دیکھ رہے ہو کہ مشرق پر، مغرب پر، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے میرا سکہ چل رہا ہے، میرا حکم مانا جاتا ہے، میرے قول کے آگے سر جھکتے ہیں میں جب اپنے آپ کو دیکھتا ہوں، تو اپنے

آپ کو مامون کی نعمتوں اور احسانوں سے گھرا ہوا پاتا ہوں،
تم مجھے کفرانِ نعمت کی دعوت دینے آئے ہو؟ تم چاہتے
ہو کہ میں وفا کا راستہ ترک کردوں، اور مکر و فریب کی منزل
کی طرف چل کھڑا ہوں؟ خدا کی قسم اگر تم اس شرط پر مجھے جنت
کی بھی دعوت دو کہ میں اپنے محسن اور مربّی اور آقا کے ساتھ
غدر و بے وفائی کا ارتکاب کروں تو مجھے جنت بھی اپنی وفا اور
شکر نعمت کے مقابلہ میں نہیں قبول ہے، میں ہرگز مامون کی
بیعت نہیں توڑ سکتا نہ اس سے بے وفائی کر سکتا ہوں!"

وہ آدمی خاموشی سے عبداللہ کی یہ ساری باتیں سنتا رہا!
اس نے کوئی جواب نہیں دیا!
پھر عبداللہ نے کہا،
"مجھے اندیشہ ہے تمھاری جان نہ ضائع ہو جائے؟ بہتر یہ
ہے کہ تم اس شہر کو فوراً چھوڑ دو!"

عبداللہ کا "باطن" دیکھ کر اور اس کی "نیت" پرکھ کر، وہ
شخص سیدھا مامون کے پاس پہنچا، اور سارا ماجرا سچ سچ اُسے کہہ سنایا۔
مامون یہ سنکر بہت خوش ہوا، اس نے عبداللہ کو انعام و
اکرام سے مالا مال کر دیا اور اُسے پہلے سے کہیں زیادہ اپنا امین و معتمد بنا لیا!

(عقد الفرید)

(۸۱)

کافور کی وفاداری!

ابو الفتح منطیقی کا بیان ہے:-

ہم لوگ کافور اخشیدی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہ مصر و شام کا فرماں روائے معلیٰ تھا، اس کی ہیبت اور دبدبہ سے رعایا کانپتی تھی، اس کی عظمت اور جلال سے معاصرین کے دل معمور تھے، وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا، اس کے ہاتھ میں حکومت اور سطوت تھی، وہ علو قدر کا مالک تھا، اس کے نام کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا تھا، ہر شہر اور ہر ملک میں اس کے نام اور کام کا چرچا تھا، ہم لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے، اسی اثناء میں دسترخوان بچھا، اور کھانا چنا گیا، کھانے سے فراغت کے بعد ہم لوگ سو گئے، کافور بھی الگ جا کر سو گیا، جب وہ خواب استراحت سے بیدار ہوا، اس نے ہمیں طلب کیا، اور ہم میں سے بعض نے کہا:

"تم فلاں محلہ میں جاؤ، وہاں ایک بوڑھا منجم رہتا تھا، اگر وہ زندہ ہے تو اُسے فوراً حاضر کرو، اور اگر وہ مرچکا ہے تو اس کی مال اولاد کا پتہ چلاؤ، اور حالات معلوم کرو!"

ہم کافور کے بتائے ہوئے محلہ میں گئے، اور بوڑھے منجم کے بارے میں دریافت کیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا اس کا انتقال ہوچکا ہے، اس کے پس ماندگان میں دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک کی شادی ہوچکی ہے اور دوسری ابھی کنواری ہے اور دوشیزگی کے عالم میں ہے، ہم کافور کے پاس واپس آئے اور یہ سارا واقعہ بے کم و کاست بیان کردیا۔

یہ سنکر کافور نے، ان دونوں کے لئے ایک ایک عمدہ مکان خریدا، اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے کپڑے بنوائے، بہت سا سونا دیا، اور پھر چھوٹی لڑکی کی شادی کردی، اور دونوں بہنوں کا وظیفہ بھی مقرر کردیا۔ اس واقعہ کے بعد یہ مشہور ہوگیا کہ یہ دونوں بہنیں کافور کی رشتہ دار ہیں۔ اسی لئے وہ ان کا اتنا زیادہ خیال رکھتا ہے

جب وہ یہ سب کچھ کرچکا، تو ایک روز ہنستے ہوئے اس نے ہم سے پوچھا،

"جانتے ہو، یہ سب کچھ میں نے کیوں کیا؟"

ہم نے کہا

"ہمیں کیا معلوم ؟"

کافور نے کہا

"ایک روز میں ان لڑکیوں کے باپ یعنی اسی بوڑھے منجم کے پاس سے گزرا، میں اس زمانہ میں ابن عباس کا غلام تھا، منجم نے مجھے دیکھا اور کہا:

"آؤ میاں ذرا بیٹھو ہمارے پاس !"

میں بیٹھ گیا !

منجم نے کہا

"تم بہت جلد، ایک بہت بڑے آدمی بن جاؤ گے !"

پھر اس نے مجھ سے کہا،

"کچھ مجھے دو !"

میرے پاس صرف دو درہم تھے، وہ میں نے اس کی طرف پھینک دیئے!

وہ بولا،

"میں اتنی بڑی خوشخبری تجھے دے رہا ہوں! اور تو صرف دو درہموں پر مجھے ٹرخا رہا ہے ؟"

پھر وہ کہنے لگا:

"اب میں اپنی خوش خبری میں اور اضافہ کرتا ہوں، ـــــــ خدا کی قسم تو اس ملک کا بادشاہ بنے گا، جب تو بادشاہ بنے تو میری بات یاد رکھنا، مجھے بھول نہ جانا!"

میں نے جواب دیا

"ایسا نہیں ہو گا!"

وہ کہنے لگا،

"مجھ سے عہد کر!"

میں نے اس سے عہد کر لیا، اور اس نے وہ میرے دیئے ہوئے دونوں درہم مجھے واپس کر دیئے!

پھر میں دنیا کے دوسرے کاموں میں مصروف و مشغول ہو گیا اور واموال کا ایک سلسلہ تھا، جس سے مجھے سابقہ پڑ رہا تھا آخر کار وہ زمانہ آیا کہ میں واقعی بادشاہ بن گیا، لیکن اس ساری مدت میں وہ بوڑھا منجم ایک مرتبہ بھی مجھے یاد نہیں آیا، میں اُسے بھول گیا تھا۔ آج کھانا کھانے کے بعد، جب میں سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں۔ بڑے میاں تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں

"وہ تیرا عہد کہاں ہے؟ کچھ یاد ہے تو نے مجھ سے کیا عہد کیا؟ تو نے کچھ وعدے کئے تھے؟ کیا انھیں پورا کیا؟ دیکھ دھوکا نہ کر،

ورنہ تجھ سے بھی دھوکا کیا جائے گا!"

یہ سنکر میری آنکھ کھل گئی، اور پھر میں نے بیدار ہوکر جو کچھ کیا وہ تمھیں معلوم ہی ہے!"

یہ سارا قصہ اتنا مشہور ہوا کہ مصر کے بچہ بچہ کی زبان پر چڑھ گیا! جو بھی سنتا تھا وہ کافور کے ایفائے عہد پر عش عش کر اٹھتا تھا

(عقد الفرید)

(۸۲)

اَولاد کی قربانی

جب عربوں کا جھنڈا، اندلس کی سرزمین پر لہرا رہا تھا، ہسپانیہ کے ایک بہادر سے، ایک عرب نوجوان کی مڈبھیڑ ہوگئی، اتفاق کی بات ہسپانوی بہادر کا داؤں چل گیا، اور عرب نوجوان اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا!

اب ہسپانوی (اندلسی) بہادر کو ہراس پیدا ہوا کہ انجام قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، ایک عرب کا خون بالا بالا نہیں جاسکتا یہ سوچ کر وہ بھاگ کھڑا ہوا، حالانکہ دہشت اور خوف کے مارے اس کے پاؤں من من بھر کے ہو رہے تھے، پھر بھی جدھر منہ اٹھ گیا، وہ افتاں و خیزاں چل نکلا،

آخر بھاگتے بھاگتے، وہ ایک باغ کے دروازے پر پہنچا، بغیر کچھ سوچے سمجھے اندر داخل ہوگیا، دیکھتا کیا ہے ایک بوڑھا عرب جس کے چہرے سے رعب و جلال آشکار تھا، بیٹھا ہوا ہے، ہسپانوی شخص جاتے ہی

اس کے قدموں پر گر پڑا، اور کہا:

" میں نے ایک عرب نوجوان کا خون کیا ہے، میں آپ کے دامن میں پناہ لینے کے لئے آیا ہوں!"

بوڑھے عرب سے اس کی سراسیمگی، اور دہشت کا منظر دیکھا نہ گیا، اس نے کہا،

" تم بالکل نہ ڈرو، میں تمھیں پناہ دیتا ہوں!"

پھر بوڑھے عرب نے ہسپانوی نوجوان کو باغ کے ایک گوشہ میں ایک کمرہ کے اندر پہنچا کر کہا:

" تم یہاں بالکل بے فکر ہو کر آرام کرو، یہاں تمھارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، کوئی تم تک نہیں پہنچ سکتا!"

وہ ہسپانوی مطمئن ہو گیا!

تھوڑی ہی دیر کے بعد، ہسپانوی نے شور و غل کی آواز سُنی دیکھتا کیا ہے کچھ لوگ ایک نوجوان مقتول کی لاش لئے آ رہے ہیں، بوڑھے عرب نے، یہ لاش دیکھی، اور چیخ پڑا۔

" ہائے میرے بیٹے!"

لوگوں نے بتایا اُسے ایک اندلسی (ہسپانوی) نوجوان نے قتل کیا ہے جو قتل کرتے ہی بھاگ کھڑا ہوا، اس کی تلاش کی بہت

کوشش کی گئی، لیکن وہ کسی طرح دستیاب نہ ہو سکا پھر چند لوگوں نے بوڑھے عرب سے کہا،

"ہم قاتل کا سراغ لگا کر رہیں گے، اور اس سے ضرور انتقام لیں گے!"

ہسپانوی، یہ سنکر بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا!

اب بوڑھے عرب کو اصل حقیقت معلوم ہوئی اور وہ سمجھ گیا اس کے بیٹے کا قاتل یہی ہسپانوی نوجوان ہے، یہ سوچ کر اس کا خون کھولنے لگا، لیکن اس نے اپنے دل کو سنبھالا۔

جب آدھی رات گزر گئی، اور سب لوگ سو گئے تو وہ ہسپانوی نوجوان کے کمرہ میں داخل ہوا جس کی مارے دہشت اور خوف کے جان پر بنی ہوئی تھی، موت اس کے سامنے نظر آرہی تھی۔

لیکن بوڑھے عرب نے اس کا خوف دور کیا اور اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"تم میری پناہ میں ہو، میں نے تمھیں امن دیا ہے، اگرچہ تم میرے بیٹے کے قاتل ہو، لیکن میں عہد نہیں توڑوں گا، موقع سے فائدہ اٹھاؤ، رات کی اس تاریکی اور خاموشی میں چپکے سے نکل جاؤ میں تم سے انتقام لینا نہیں چاہتا، اپنا معاملہ خدا کو سونپتا ہوں!"

یہ کہہ کر بوڑھے نے ہسپانوی نوجوان کو کچھ زادِ راہ بھی دیا اور کہا:

"جاؤ، چلے جاؤ!"

اور پھر وہ چلا گیا!

حلم و بُردباری

(۸۳)

امیرِ معاویہ کا حلم!

امیر معاویہ کی ذاتی جاگیر کی سرحد، حضرت عبداللہ بن زبیر کی زمین سے ملتی تھی، جہاں امیر کے غلام رہتے تھے، ان غلاموں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی زمین کا کچھ حصہ دبا لیا، چنانچہ انھوں نے امیر معاویہ کو لکھا،

" اے معاویہ، تیرے غلام میری زمین میں داخل ہوگئے، انھیں اس حرکت سے باز رکھ، ورنہ پھر جو چاہوں گا میں کروں گا، جو چاہے تو کیجیو!"

معاویہ نے اس بارے میں اپنے بیٹے یزید سے مشورہ کیا یزید نے کہا۔

" بابا جان، فوراً فوج بھیج دیجئے، وہ عبداللہ کا سر لاکر آپ کے سامنے ڈال دیں گے!"

معاویہ نے کہا:

"نہیں، یہ نامناسب بات ہے!"

پھر امیر معاویہ نے، عبداللہ بن زبیر کو ایک خط لکھا، جس میں ان کی خوب تعریف و توصیف کی، ان کے لئے حمد اور عظمت کے الفاظ استعمال کئے، اور زیادہ سے زیادہ نیازمندی اور انکسار کا مظاہرہ کیا۔

اس خط کے جواب میں حضرت عبداللہ نے بھی ملاطفت کا جواب لکھا، اور اپنے دعوے سے معاویہ کے حسن اخلاق کے باعث دست بردار ہوگئے اور دل صاف کرلیا،

امیر معاویہ کو یہ خط ملا، تو وہ اسے پڑھ کر بہت زیادہ مسرور ہوئے، انھوں نے یزید کو طلب کیا، اسے خط پڑھنے کے لئے دیا جب وہ پڑھ چکا تو کہا:

"اے بیٹے!"

یاد رکھ، ——— جنے معاف کیا، اسے سرداری ملی جنے حلم اور بردباری سے کام لیا، عظمت اور سرفرازی اس کی دسا ہوئی، جس نے سرکشی کی، استمالت قلوب سے کام لیا گیا، تو اس کی سرکشی اطاعت سے بدل گئی!"

یزید سے پھر مخاطب ہو کر، امیر معاویہ نے کہا:

" اگر زندگی میں تجھے اس طرح کی صورت حال سے کبھی دوچار ہونا پڑے، تو ہمیشہ 'مرض کے علاج میں بھی نسخہ استعمال کر'، میں نے استعمال کیا ہے، اور جس سے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔

---

(۸۵)

ہارون رشید کی بردباری!

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید بیت الحرام میں داخل ہوا اور طواف کعبہ میں مشغول ہوگیا، اس سے پیشتر جو دوسرے لوگ طواف کر رہے تھے۔ انھیں طواف سے روک کر وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا تاکہ خلیفہ تن تنہا طواف کر سکے۔

اتنے میں ایک اعرابی آگے بڑھا اور خلیفہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی طواف کرنے لگا، یہ حرکت دیکھکر امیر المومنین کو غصہ آگیا انھوں نے خشمناک نگاہوں سے اپنے حاجب کی طرف دیکھا، تاکہ وہ اس آدمی کو وہاں سے ہٹا دے، اور خلیفہ تنہا طواف کر سکے، حاجب اعرابی کو ہٹانے کے لئے آگے بڑھا، اعرابی نے کہا۔

"اس مکان میں نہ کوئی بادشاہ ہے، نہ گدا، سب برابر ہیں!"

ہارون نے یہ سنکر حاجب کو روک دیا، اور وہ اعرابی خلیفہ کے ساتھ اطمینان سے طواف کرتا رہا!

طواف سے فراغت کے بعد خلیفہ نے حاجب کو حکم دیا کہ اعرابی کو بلا لائے' اعرابی نے حاجب سے کہا

" مجھے خلیفہ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اگر وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو اسے خود میرے پاس آنا چاہیئے !"

حاجب نے یہ الفاظ خلیفہ کے سامنے جا کر دوہرا دیئے' خلیفہ نے کہا

" اس نے سچ کہا' ہم خود اس کے پاس جائیں گے !"

یہ کہہ کر خلیفہ اٹھ کھڑا ہوا' اعرابی کے پاس پہنچا' اور کہا

" السلام علیک !"

وہ بولا

" وعلیک السلام

خلیفہ نے کہا

" یا اخا العرب' کیا میں تمھارے پاس بیٹھ جاؤں ؟"

اعرابی نے جواب دیا'

" یہ میرا گھر نہیں ہے' یہ خدا کا گھر ہے' اور یہاں ہم میں کا ہر ایک شخص برابر ہے' کوئی کسی پر فوقیت نہیں رکھتا !"

پھر خلیفہ اعرابی کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا' پھر اس نے حکم دیا کہ اسے دس ہزار درہم دیئے جائیں

اعرابی نے یہ رقم قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا !

پھر خلیفہ نے اعرابی کا نام و نسب دریافت کیا تو معلوم ہوا

آپ سیّدنا موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن محمد، بن علیؒ بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں! فرطِ عقیدت سے اس نے گردن جھکا لی!

(۸۶)

سیّد الاخلاق

ایک مرتبہ حضرت امام حسین اور ان کے سوتیلے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ کے مابین کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، دونوں ایک دوسرے سے غصہ کی حالت میں جدا ہوگئے، جب محمد بن حنفیہ اپنے گھر پہنچے تو انھوں نے حضرت امام حسین کو حسب ذیل خط لکھا:-

"آپ ایسے شرف کے مالک ہیں، جس تک میں نہیں پہنچ سکتا، آپ ایسے فضل کے حامل ہیں، جو میری پہنچ سے باہر ہے، ہم دونوں کے والد حضرت علی تھے، اس حد تک نہ مجھے آپ پر فضیلت ہے، نہ آپ کو مجھ پر، لیکن آپ کی ماں حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں، اگر ساری دنیا کی عورتیں جمع ہوجائیں تو بھی وہ آپ کی والدۂ محترمہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتیں (لہٰذا اس اعتبار سے آپ کو ہر طرح مجھ پر فضیلت اور برتری حاصل ہے) آپ جیسے ہی میرا یہ رقعہ پڑھیں، فوراً اپنی چادر مبارک اوڑھیے اور نعلین

شریفین بنئے، یہاں تشریف لائیے، اور مجھے منائیے۔
دیکھئے، خبردار، کہیں ایسا نہ ہو، کہ میں آپ پر سبقت لے
جاؤں (آپ کو منانے کے لئے حاضر ہونے میں پہل
اور ابتدا میں کروں، اگر ایسا ہوا، تو اس صورت میں) وہ
فضل میرے حصہ میں آجائے گا، جس کے آپ اور صرف
آپ ہی حقدار اور مستحق ہیں ——— والسلام۔"
یہ خط پڑھتے ہی، حضرت امام عالی مقام اٹھے، چادر اوڑھی
جوتا پہنا اور سیدھے محمد بن خنفیہ کے گھر پہنچے (اور حضرت محمد بن حنفیہ
تو منتظر ہی بیٹھے تھے، وہ بڑھ کر گرم جوشی سے ملے اور حضرت امام
نے انھیں منالیا!
اور اس طرح وہ تنازعہ جو خاندان علی ابن ابی طالب میں
پیدا ہوگیا تھا، آناً فاناً رفع ہوگیا!

(۸۷)

صبرِ ایوّبی!

حضرت ایوّب علیہ السلام کی بیماری جب بہت بڑھ گئی تو آپ کی بیوی نے کہا:

"کیا آپ نے خدا سے دعا نہیں کی تھی کہ وہ آپ کو شفا دے؟"

آپ نے فرمایا،

"ہاں کی تھی!"

وہ بی بی کہنے لگیں،

"لیکن آپ کی بیماری تو پہلے کے مقابلہ میں کچھ اور بڑھ گئی ہے!"

حضرت نے فرمایا۔

"کمبخت، ـــــــ ہم برسہا برس تک آرام و آسائش، راحت و عافیت کی زندگی بسر کرتے رہے، پھر اگر ہم پر مصیبت آپڑی ہے تو اُسے صبر و شکر سے برداشت نہ کریں۔"

(۸۸)

نوشیرواں اور بزرجمہر!

روایت ہے کہ :-

نوشیرواں اپنے وزیر بزرجمہر سے کسی بات پر خفا ہو گیا، ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں اُسے قید کر دیا اور حکم دے دیا کہ اُسے ہتکڑی اور بیڑی میں جکڑ دیا جائے، اور، روزانہ صرف، دو لقمے روٹی کے اور دو گھونٹ پانی کے دیئے جائیں؛

کئی مہینے اسی طرح گزر گئے مگر بزرجمہر حرفِ شکایت بھی زبان پر نہ لایا، یہ رنگ دیکھکر ایک روز نوشیرواں نے بزرجمہر کے بعض ساتھیوں کو حکم دیا،

"تم اس کے پاس جاؤ، اس سے اس کا حال دریافت کرو، پھر میرے پاس آکر، پوری پوری کیفیت بیان کرو!"

چنانچہ بزرجمہر کے [illegible] دوست اس کے پاس گئے، لیکن خلاف امید دیکھتے کیا ہیں، وہ بہت ہشاش بشاش، خوش اور مطمئن عالم میں ہے، انھوں نے اس سے کہا؛

"اے مرد حکیم! —— تو اس تنگ و تاریک مقام میں رہتا ہے،

دکھ اور مصیبت کی زندگی بسر کرتا ہے، پھر بھی تیرا چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے، تیری صحت برباد نہیں ہوتی، ایسا معلوم ہوتا ہے تو کسی تغیر سے آشنا نہیں ہوا، بلکہ سراسر عیش و نعیم، سرور و نشاط اور مسرت و انبساط کی زندگی بسر کر رہا ہے، آخر یہ کیا ماجرا ہے؟"

بزرجمہر یہ سب باتیں سنتا رہا، پھر اس نے اپنے دوستوں سے کہا "میں نے صبر کی ایک دوا، تیار کی ہے، جو پانچ اخلاط سے مرکب ہے، ہر روز ان میں سے ایک چیز میں استعمال کرتا رہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ تم مجھے اس حال میں دیکھ رہے ہو۔

دوستوں نے کہا

"تو وہ نسخہ ہمیں بھی بتائیے، کہ اگر کبھی کوئی وقت پڑے تو ہم بھی اُسے استعمال کریں!"

بزرجمہر نے کہا

"تو سنو،

۱۔ پہلی چیز تو ہے، اللہ پر غیر متزلزل اعتماد،

۲۔ دوسری چیز ہے، صبر کامل!

۳۔ تیسری چیز ہے جزع فزع سے اجتناب

۴۔ چوتھی چیز ہے، یہ خیال، کہ جس حالت میں ہوں اس سے بُری حالت بھی تو پیش آ سکتی ہے، وہ نہیں پیش آئی، لہٰذا موجودہ حالت لائق شکر ہے، نہ کہ شکایت۔

۵۔ جو لمحہ گزرتا ہے، وہ دورِ ابتلا کو بہر حال کم ہی کرنے والا ہوتا ہے!

جب نوشیرواں نے یہ باتیں سنیں تو بزرجمہر کو آزاد کر کے اس کی خاطر داشت پہلے سے زیادہ کرنے لگا اور اس کے منصب پر پھر اُسے بحال کر دیا!

---

(۸۹)

عبدالملک اور حجاج

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے، مسجد اقصیٰ کا ایک دروازہ تعمیر کر دیا، حجاج نے، اس کے سامنے ایک دوسرا باب ازراہ عقیدت تعمیر کرایا،

ایک مرتبہ بجلی گری، اور اس نے عبدالملک کے بنوائے ہوئے دروازہ کو جلا کر خاکستر کر دیا لیکن حجاج بن یوسف کا بنوایا ہوا دروازہ بالکل صیحح سلامت رہا اُسے آنچ بھی نہ آئی یہ بات عبدالملک کو گراں گزری حجاج نے اُسے ایک مراسلہ بھیجا، جس میں تحریر کیا:-

"ہم دونوں ابن آدم (ہابیل قابیل) کی طرح ہیں کہ ایک کی قربانی قبول ہو گئی، دوسرے کی نا قبول!"

یہ پڑھ کر، عبدالملک کا صدمہ جاتا رہا، وہ خوش ہو گیا اور اس نے محسوس کیا کہ حبر نے اُسے اچھا پھل دیا ہے!"

عدل و انصاف کے واقعات

(۹۰)

حضرت عمرؓ اور قیصر روم کا سفیر

قیصر روم نے اپنا ایک سفیر حجاز بھیجا تا کہ وہ حضرت عمرؓ کے حالات وکوائف سے اُسے مطلع کرے، جب وہ مدینہ پہنچا، تو لوگوں سے پوچھا:

" تمھارا بادشاہ کہاں ہے ؟"

لوگوں نے جواب دیا

" ہمارا کوئی بادشاہ نہیں —— ہاں سردار ضرور ہے، لیکن اس وقت وہ مدینہ کے باہر مضافات میں کہیں گیا ہوا ہے"۔

سفیر، حضرت عمرؓ کو تلاش کرتا ہوا شہر سے باہر نکل گیا، ایک جگہ اس نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ زمین پر دھوپ میں سو رہے ہیں، ان کے جسم کے نیچے گرم ریت ہے، چادر کا تکیہ بنا رکھا ہے، پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اور جو ریت میں گر کر جذب ہو رہے ہیں۔

سفیر نے حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھا تو اس پر دہشت طاری ہو گئی، اس نے کہا :-

"ایسا شخص جس کی ہیبت سے دوسرے ملوک کانپتے ہیں اس حالت میں ؟ لیکن اے عمر، تو عدل کرتا ہے، لہذا بے فکروں کی نیند سوتا ہے، ہمارے بادشاہ جور و جبر کرتے ہیں، لہذا، ان کی نیند فکر اور پریشانی سے اڑی رہتی ہے!"

---

(۹۱)

حضرت عمر کا انصاف

عبداللہ بن عباس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ :-
ایک اندھیری رات میں، حضرت عمر کے گھر کی طرف میں چلا، جب میں آدھے راستہ پر پہنچا تو میں نے ایک اعرابی کو دیکھا جس نے میرا دامن پکڑ کر کھینچا اور کہا ؛
"عباس میرے ساتھ آؤ !"
میں نے اعرابی کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا یہ تو امیرالمومنین حضرت عمر ہیں، وہ بھیس بدلے ہوئے تھے، میں ان کی طرف بڑھا سلام کیا، اور کہا،
"یا امیرالمومنین کہاں کا قصد ہے ؟"
حضرت نے جواب دیا،
آج کی اس تاریک رات میں ذرا قبائل عرب کے حالات و کوائف کا جائزہ لینا چاہتا ہوں !"
حضرت عمر آگے آگے تھے، میں پیچھے پیچھے، وہ ایک ایک گھر اور ایک ایک خیمہ کا چکر کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جائزہ

تقریباً ختم ہوگیا اور ہم نے واپسی کا ارادہ کیا، اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک خیمہ ہے، اس میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہے اور اس کے ارد گرد کچھ بچے بھی بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے چولہا جل رہا ہے، اور اس پر ایک ہانڈی چڑھی ہوئی ہے نیچے آگ بھڑک رہی ہے اور وہ بوڑھی عورت ان لڑکوں سے کہہ رہی ہے:

"بس ذرا دیر اور، ابھی کھانا پکا جاتا ہے، پھر کھانا!"

ہم وہاں بڑی دیر تک کھڑے رہے حضرت عمر کبھی بوڑھی عورت کو غور سے دیکھنے لگتے، کبھی بچوں کو یہاں تک کہ بہت دیر گزر گئی میں نے ان سے کہا،

"یا امیر المومنین، آپ کیوں ٹھہر گئے، اب تشریف لے چلیے!"

حضرت نے فرمایا

"خدا کی قسم میں یہاں سے جنبش نہیں کروں گا، جب تک یہ بچے کھا پی کر شکم سیر نہ ہولیں!"

ہم لوگ ٹھہر گئے

بڑی دیر ہوگئی، لیکن ہم برابر ٹھہرے رہے لیکن کھانا اب تک نہ تیار ہوا اور بچے تھے کہ زور زور سے رو رہے تھے اور چیخ رہے تھے بڑھیا برابر انھیں تسکین و تسلی دیتی تھی۔

"بس ذرا دیر اور، ابھی تیار ہوا جاتا ہے کھانا!"

حضرت عمر نے مجھ سے کہا

"چلو ہم اس کے پاس چلیں!"

یہ کہہ حضرت خیمہ کے اندر پہنچ گئے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا؛

حضرت عمر نے بڑھیا سے کہا

"السلام علیک!"

وہ بولی

وعلیک السلام"

حضرت عمر:

"یہ بچے روکیوں رہے ہیں؟"

بڑھیا:

"بھوک سے نڈھال ہو کر!"

حضرت عمر:

"ہانڈی میں جو کچھ ہے، وہ انھیں کھلا کیوں نہیں دیتیں؟"

بڑھیا

"ہانڈی میں ہے کیا؟ بس چند کنکریاں! کیا وہی کھلا دوں؟"

حضرت عمر آگے بڑھے، انھوں نے ہانڈی کھول کر دیکھی، تو

کیا دیکھتے ہیں، پانی ابل رہا ہے اور کنکریاں "پک" رہی ہیں،

وہ کہنے لگے،

" آخر اس سے مطلب ؟"

بڑھیا بولی

" بچوں کو بہلا رہی ہوں کہ ہانڈی میں کھانا ہے وہ پک جائے تو کھلاؤں، اسی طرح بہلاتی ہوں !"

اتنی دیر میں بچے روتے بلکتے آخرکار سو گئے تھے۔

حضرت نے دریافت کیا

" تمھاری یہ حالت کیوں ہے ؟"

وہ بولی،

کیوں نہ ہو ؟ —— نہ باپ نہ بھائی، نہ شوہر اور نہ قرابت دار، پھر مجھے پوچھے کون ؟"

حضرت عمر بولے،

" تم نے امیرالمومنین عمر بن خطاب کی خدمت میں اپنے حالات کیوں نہیں پیش کئے ؟ وہ ضرور تمھارے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیتے ؟"

کہنے لگی :

"خدا عمر کو غارت کرے، خدا کی قسم اس نے مجھ پر ظلم کیا!"

یہ سنکر حضرت عمر لرز گئے، بڑی ملائمیت کے ساتھ کہا

"عمر نے تم پر کیا ظلم کیا؟"

وہ بولی۔

"راعی کا فرض ہے کہ وہ رعایا کے حال سے باخبر رہے، نہ جانے اور کون میری طرح تنگ دست کثیر العیال اور بے یار و مددگار ہو اس کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کی خبرگیری کرے، بیت المال سے ان کے لئے بقدر ضرورت رقم مقرر کرے!"

حضرت نے کہا

"اچھا میں ابھی آیا!"

عباس کہتے ہیں:

یہ کہہ کر حضرت عمر باہر نکل گئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا، اب رات کا آخری ثلث باقی رہ گیا تھا، ہم چل رہے تھے راستہ کے کتے ہم پر بھونک رہے تھے، یہاں تک کہ ہم بیت المال تک پہنچ گئے حضرت نے خود اس کا دروازہ کھولا اور اکیلے اندر داخل ہو گئے، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ اندر پہنچا،

اندر پہنچکر حضرت نے ادھر ادھر نظر دوڑائی، پھر انھوں نے

ایک بہت بڑی آٹے سے بھری ہوئی بوری اٹھائی، پھر مجھے کہا

"عباس اسے میرے کاندھے پر رکھ دے!"

میں نے حکم کی تعمیل کی۔

پھر فرمایا:

"تم یہ گھی کا برتن اٹھالو!"

میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی!

پھر حضرت نے دروازہ بند کیا، اور ہم پھر چل کھڑے ہوئے۔ آٹے کے ذرّے آپ کی داڑھی پر، آنکھوں پر، پیشانی پر گر رہے تھے، مگر آپ برابر چلے جارہے تھے، لیکن وہ کافی تھک گئے تھے کیونکہ مسافت کافی طے کرنا تھی میں نے اب اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، میں نے عرض کیا:

یا امیرالمومنین میرے ماں باپ آپ پر قربان لائیے، میں اٹھائے چلوں اُسے!"

حضرت نے کہا

"خدا کی قسم قیامت کے دن تم میرے جرائم اور ظلم کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے، اے عباس جان لو، لوہے کے پہاڑ برابر بوجھ اٹھانا آسان ہے، لیکن ظلم کے بوجھ اٹھانا بہت مشکل ہے

خواہ وہ ظلم چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اور خاص طور پر اس بڑھیا کا، جو کنکریاں ابال کر اپنے بچوں کو بہلا رہی ہے، اللہ کے نزدیک کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہو سکتا ہے؟ اے عباس جلدی کر جلدی چل، ایسا نہ ہو جیسا بڑھیا نے کہا تھا، روتے روتے بچے آپ ہی تھک کر سو جائیں گے، وہ سو چکے ہوں!"

اب حضرت اور زیادہ تیز چلنے لگے، میں برابر ان کے ساتھ تھا، وہ تھک کے چور چور ہو چکے تھے کہ ہم بڑھیا کے خیمہ تک پہنچے، حضرت نے اپنے کاندھے سے آٹے کی بوری اتاری، میں نے گھی کا برتن سامنے رکھدیا، حضرت عمرؓ آگے بڑھے، انھوں نے ہانڈی کے اندر جو کچھ تھا پھینک دیا اور گھی ڈالا، پھر آٹا گوندھنے لگے، چولہے پر جو نظر گئی، تو آگ بجھ رہی تھی، آپ نے بڑھیا سے پوچھا:

"کیا تمھارے پاس لکڑیاں ہیں؟"

وہ بولی

"ہاں بیٹے ہیں —— وہ رہیں"

حضرت اٹھے، اور لکڑیاں لے آئے، لیکن یہ گیلی تھیں ہانڈی چولہے پر رکھکر منہ نیچا کیا اور پھونکنے لگے تاکہ لکڑیاں آگ پکڑ لیں،

خدا کی قسم میں نے دیکھا چولہے سے نکلتا ہوا دھواں حضرت کی داڑھی کے اندر سے ہو کر نکل رہا تھا، آخر بڑی دیر کے بعد آگ سلگ گئی، گھی پگھلنے لگا، اور کڑکڑانے لگا، ایک ہاتھ میں لکڑی لے کر حضرت اُسے دیگچی میں چلانے لگے، بچے برابر چیخ رہے تھے اور رو رہے تھے، یہاں تک کہ کھانا تیار ہو گیا، اور بچوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا، پھر وہ اچھل کود کر خوشیاں منانے لگے پھر سو گئے؛

اب حضرت بڑھیا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا؛

میں امیر المومنین عمر کا قرابت دار ہوں، میں ان سے تمھارا حال بیان کروں گا، لہٰذا تم سویرے تڑکے دارالامارہ پہنچ جانا تم مجھے وہیں پاؤ گی، شاید خدا تمھارے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا کر دے!"

پھر حضرت اس سے رخصت ہو کر باہر آئے، میں بھی ساتھ ساتھ تھا، حضرت نے کہا:

"اے عباس جب میں نے دیکھا کہ یہ بڑھیا کنکریاں ابال کر بچوں کو بہلا رہی ہے، میں نے محسوس کیا پہاڑ لرز رہے ہیں اور میری پیٹھ پر گر رہے ہیں یہاں تک کہ میں اناج لایا، میں نے ان

کے لئے کھانا پکایا، پھر وہ بچے شکم سیر ہو کر خوش خوش کھیلتے کودتے سو گئے، اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ پہاڑ میری پیٹھ سے اُتر گئے!"

پھر ہم دونوں حضرت کے گھر پہنچے، میں نے بھی بقیہ رات وہیں گزاری۔

جب صبح ہوئی تو وہ بڑھیا آئی، حضرت کو دیکھ کر پہچانا، اور ڈر گئی، آپ نے اُسے معاف کر دیا، آپ نے اس کا اور اس کے بچوں کا مستقل وظیفہ بیت المال سے مقرر کر دیا، جو ماہ بماہ پابندی کے ساتھ اُسے ملنے لگا!

(مجالی الادب)

(۹۳)

حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا

حضرت عمرؓ جب شام سے مدینہ واپس تشریف لائے، تو لوگوں سے بچ کر نکل گئے، تاکہ عامۃ مسلمین کے حالات اور کو الف معلوم کریں، اسی اثنا میں ان کا گزر، ایک خیمہ کی طرف ہوا وہاں ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی، حضرت نے پوچھا:

"عمر کا کچھ حال معلوم ہے؟"

وہ بولی

ہاں شام سے صحیح سلامت واپس آگیا!"

حضرت نے دریافت کیا

"تمھاری عمر کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

وہ بولی

اس سے خدا سمجھے!"

حضرت نے پوچھا:

"کیوں کیا کیا اس نے ؟"

کہنے لگی

"جب سے وہ خلیفہ بنا ہے، اُس نے مجھے کچھ بھی تو نہیں دیا

حضرت عمر :-

"لیکن عمر کو تمھاری حالت کیا معلوم ؟ تم یہاں وہ وہاں !"

بڑھیا :

"خدا کی قسم میں نہیں خیال کرتی کہ کوئی شخص اپنے وقت کا والی ہو، اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے حدودِ مملکت کے مشرق میں کیا ہے ؟ اور مغرب میں کیا ہے ؟"

حضرت عمر رونے لگے !

پھر فرمایا :

آہ، اے بدقسمت عمر ! تجھ سے زیادہ ہر شخص جانتا ہے حتیٰ کہ یہ بڑھیا بھی !"

پھر آپ نے کہا،

"تم کتنے میں عمر کو معاف کردو گی ؟ میں اُسے دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتا ہوں !"

بڑھیا نے جواب دیا :

"خدا تجھ پر رحم کرے' اے شخص مجھ سے مذاق نہ کر"

حضرت عمر :

" میں مذاق نہیں کرتا !"

حضرت نے اپنا اصرار جاری رکھا، یہاں تک کہ ۲۵ دینار میں آپ نے اس کی معافی حاصل کر لی ۔

اسی اثنا میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود تشریف لے آئے، دونوں بزرگوں نے حضرت عمر کو مخاطب کر کے کہا :

" السلام علیکم یا امیرالمومنین !"

بڑھیا نے سر پیٹ لیا، اور بولی :

"ہائے یہ میں نے کیا کیا ؟ امیرالمومنین کو ان کے سامنے برا بھلا کہہ بیٹھی ؟ "

حضرت عمر نے کہا ؛

کوئی مضائقہ نہیں، خدا تجھ پر رحم کرے !"

پھر آپ نے چمڑا لکھنے کے لئے طلب فرمایا، مگر نہ ملا، پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک ٹکڑا پھاڑا اور اس پر لکھا ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، عمر نے فلاں عورت کو ۲۵ دینار دے کر، جس دن سے اس نے خلافت سنبھالی ہے آج

یک کی خطا کی معافی حاصل کر لی، اب یہ بڑھیا میدان
حشر میں خدائے عزوجل کے سامنے عمر پر کوئی دعویٰ
نہیں کرے گی وہ اس سے بری ہے!"

اس تحریر پر حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے بطور گواہ
کے دستخط کیے۔

پھر حضرت عمر نے یہ تحریر اپنے صاحبزادہ کے حوالے کر دی
اور ان سے فرمایا؛

"جب میں مر جاؤں، اس تحریر کو میرے کفن میں رکھ دینا جسے
میں اپنے رب کے سامنے پیش کروں گا!"

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو، اپنی نازک
اور گراں بار ذمہ داریوں کا کتنا زیادہ احساس تھا، اور وہ
حشر کی جواب دہی سے کتنے خائف رہتے تھے؟ یہی ایک مرد
مومن کی علامت ہے!

---

(۹۴)

حضرت عمر کا امتحان

روایت ہے کہ :-

حضرت عمر کے پاس یمن سے چادریں آئیں، آپ نے انھیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، چنانچہ ہر شخص کے حصہ میں ایک چادر آئی، دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت کے حصہ میں بھی ایک ہی چادر آئی،

ایک روز حضرت عمر منبر پر چڑھے، وہی یمنی چادر زیب جسم تھی آپ نے مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کی، فوراً ہی حاضرین میں سے ایک مسلمان اٹھا، اس نے کہا:

"ہم نہ آپ کی بات سنیں گے نہ مانیں گے!"

حضرت عمر نے پوچھا،

"یہ کس لئے؟"

وہ بولا:

"کیونکہ تونے خیانت کی"

حضرت نے دریافت فرمایا:

"وہ کیسے؟"

وہ کہنے لگا:

"یمنی چادروں کو جب آپ نے مسلمانوں میں تقسیم کیا تھا، تو ہر مسلمان کے حصہ میں ایک چادر آئی تھی، اسی طرح آپ کو بھی ایک ہی ملی تھی، لیکن یہ ایک چادر میں آپ کا لباس نہیں تیار ہوسکتا، میں دیکھ رہا ہوں، آپ مکمل پیرہن پہنے ہوئے ہیں حالانکہ آپ دراز قد ہیں، ایک چادر میں آپ کا پیرہن نہیں تیار ہوسکتا! کھلی ہوئی بات ہے، اگر آپ نے خیانت نہ کی ہوتی اور اس مال میں سے اپنے حصہ کے تناسب سے زیادہ نہ لیا ہوتا تو آج پیرہن پہنے ہوئے آپ کیسے نظر آتے؟ ——؟

یہ سنکر حضرت عمر اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف متوجہ ہوئے، اور کہا:

"اے عبداللہ، اس شخص کی بات کا تو جواب دے!"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے کہا:

"امیرالمومنین نے، جب چادر کو پیرہن بنانے کے لئے قطع

کیا، تو اندازہ ہوا کہ وہ کافی نہیں ہوگی، چنانچہ میں نے اپنی چادر انھیں دے دی، اور انھوں نے اپنا پیرہن بنا لیا۔"

وہ آدمی گویا ہوا:

"اب ہم سنیں گے بھی، اور مانیں گے بھی!"

(۹۵)

حضرت علیؓ کا عدل!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ایک نے کہا

"میرا گدھا تھا، اور اس کی گائے، اس کی گائے نے میرے گدھے کو ہلاک کر دیا!"

حاضرین میں سے ایک شخص بول پڑا:۔

"بھائی تم پر تعزیر واجب نہیں ہوتی!"

آنحضرتؐ نے حضرت علی سے کہا۔

"علی تم فیصلہ کرو!"

حضرت علی نے دونوں سے کہا:

"وہ دونوں جانور بندھے ہوئے تھے یا کھلے ہوئے تھے؟۔ یا ان میں سے ایک بندھا ہوا تھا اور ایک کھلا ہوا تھا؟"

جواب ملا:

"گدھا بندھا ہوا تھا، گائے کھلی ہوئی تھی، اور اس کا مالک اس کے پاس تھا؛

حضرت علی نے فیصلہ کیا

گائے کا مالک، گدھے کا تاوان ادا کرے گا!"

رسالت مآب نے اس حکم کی تصدیق فرما دی، حالانکہ حضرت علی، دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں بہت کم عمر تھے!

---

(۹۶)

حضرت علی کا فیصلہ!

ابو مطر البصری روایت کرتے ہیں :۔

میں نے حضرت علی کو ایک مرتبہ اس حالت میں دیکھا کہ کچھ کھجور والے آئے، ان کے ساتھ ایک جاریہ بھی تھی، جو رو رہی تھی۔

حضرت علی نے دریافت فرمایا

"اے جاریہ کیوں رو رہی ہے ؟"

کہنے لگی

"میں نے اس سے ایک درہم کی کھجور خریدی، لیکن میرے آقا نے واپس کر دی، میں اس کے پاس واپس لائی تو یہ واپس لینے سے انکار کرتا ہے۔"

حضرت علی نے کہا،

"تو اپنی کھجور لے، اور درہم واپس کر، یہ عورت کنیز ہے، خود فیصلہ کی مجاز نہیں!"

(۹۷)

ہارون رشید اور بلخی

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دل میں یہ تمنّا پیدا ہوئی کہ حضرت بلخی رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنی چاہیے، چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پوچھا،

"آپ ہی زاہد وقت ہیں؟"

حضرت نے جواب دیا،

"میں زاہد نہیں ہوں!"

ہارون بولا

"مجھے کچھ ہدایت کیجئے!"

حضرت نے فرمایا:

"عدل کر، یہی سب سے پہلی چیز ہے، جس کا سوال اللہ تجھ سے کرے گا، اور اسے نہ بھول کہ خدا نے تجھے جس جگہ پر بٹھایا ہے، یہاں حضرت ابوبکر صدیق بھی بیٹھ چکے ہیں، لہٰذا تیرا صدق ان ہی کے

صدیق کی طرح ہونا چاہیے، اور حضرت عمر فاروق بھی بیٹھ چکے ہیں، لہٰذا حق اور باطل میں تمیز کرنے کا وہی جذبہ تیرے اندر بھی ہونا چاہیے، جو ان میں تھا، اور حضرت عثمان غنی بھی بیٹھ چکے ہیں، لہٰذا تجھ میں بھی وہی حسنات ہونے چاہئیں، جو ان میں تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی بیٹھ چکے ہیں، لہٰذا تیرے اندر بھی وہی عدل کا ملکہ اور علم کا لگاؤ ہونا چاہیے، جو ان میں تھا ——— !"

ہارون رشید کا کہنا ہے حضرت بلخی کے ان کلمات نے مجھے بہت نفع پہنچایا اور ان کی یہ باتیں میرے دل میں راسخ ہوگئیں۔

(۹۸)

مامون کا عدل!

ایک شخص خلیفہ مامون رشید کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا، جس میں امیرالمومنین یعنی خود مامون کے ظلم کی شکایت درج تھی، رقعہ پڑھ کر مامون نے کہا:

"میں نے ظلم کیا ہے؟"

وہ شخص بولا

"یا امیرالمومنین کیا آپ کے سوا، میں کسی اور سے مخاطب ہوں!"

مامون نے پوچھا:

"اچھا تمھیں کیا شکایت ہے؟"

وہ شخص کہنے لگا؛

"آپ کے وکیل سعید نے تیس ہزار درہم کے جواہرات مجھ سے خرید لئے!"

مامون نے کہا:

"خریدے سعید نے اور شکایت مجھ سے ہے ؟"

وہ گویا ہوا'

"ہاں، ——— کیونکہ اس کے پاس آپ کی سند وکالت (ایجنٹی) ہے"۔

مامون نے کہا؛

"ہوسکتا ہے' یہ جواہر سعید نے خود اپنے لئے خریدے ہوں جس کی ذمہ داری خود اسی پر ہے' میرا اس سے کوئی تعلق نہیں' نہ اس میں میری کوئی زیادتی ہے !"

وہ شخص کہنے لگا۔

"کیا حضرت عمر کا یہ فرمان نہیں ہے کہ مدعی کے ذمہ بارِ ثبوت ہے اور منکر کے ذمہ بارِ حلف ہے ——— ؟"

مامون نے کہا

"لیکن تمھارے پاس ثبوت کہاں ہے ؟"

"تو پھر قاضی کے یہاں چلئے' وہیں ہمارا فیصلہ ہو جائے گا !"

مامون نے کہا

"ٹھیک ہے !"

پھر اس نے خادم کو حکم دیا :۔

"قاضی یحییٰ بن اکثم کو بلا لاؤ!"

قاضی صاحب تشریف لے آئے، مامون نے ان سے کہا۔

"ہمارے قضیہ کا فیصلہ کیجئے!"

قاضی صاحب دار القضا پہنچے اور بابِ عدالت باز کیا، پھر فریادی کو طلب کیا، اور اس سے کہا،

"تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا

"میری گزارش یہ ہے کہ مدعا علیہ یعنی امیر المومنین کو بھی حاضر کیا جائے۔"

منادی نے، خلیفہ کا نام لے کر پکارا، اتنے میں مامون برآمد ہوا، اس کے ساتھ اس کا غلام تھا جو مصلےٰ اٹھائے ہوئے تھا مامون یحییٰ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا، یحییٰ نے کہا:

"بیٹھئے!"

مامون نے مصلیٰ بچھایا تاکہ اس پر بیٹھے، لیکن قاضی یحییٰ نے کہا

"یا امیر المومنین، اپنے حریف کے مقابلہ میں کوئی امتیاز حاصل کرنے کی کوشش نہ کیجئے!"

پھر قاضی صاحب نے دوسرا مصلےٰ بچھوایا تاکہ حریف بھی اس پر

بیٹھ سکے، پھر دعویٰ سنا، پھر مامون سے حلف رکھوایا، مامون نے قسم کھا لی؛

اور مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا!"

اس کے بعد یحییٰ کھڑے ہو گئے، مامون نے پوچھا:

"آپ کیوں کھڑے ہوئے؟

فرمایا:

پہلے میں، مسند قضا پر بیٹھا تھا، اب عدالت برخاست ہو چکی ہے، اب مجھے حق نہیں کہ آپ پر امتیاز رکھوں!"

---

(۹۹)

امیر معاویہ اور ایک عورت

ایک مرتبہ امیر معاویہ حج کے لئے مکہ گئے، ایک روز انھوں نے بنی کنانہ کی ایک عورت کو طلب کیا، جو بغضِ معاویہ کے اعتبار سے مشہور تھی جب وہ سامنے آئی، امیر معاویہ نے اس سے دریافت کیا۔

"کیا تو جانتی ہے میں نے تجھے کیوں بلایا ؟"

کہنے لگی:

"غیب کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں !"

معاویہ :-

"میں پوچھنا چاہتا ہوں، تو علیؑ کی اتنی دوست اور میری اتنی دشمن کیوں ہے ؟"

عورت :

"کیا اس سوال سے آپ مجھے معاف نہیں کریں گے ؟"

معاویہ :

"نہیں "

عورت :

" تو سن ، ـــــــ علی سے میں اس لئے محبت کرتی ہوں کہ وہ رعیت کے ساتھ عادل کا برتاؤ کرتے تھے ، سب کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتے تھے ، مساکین کا خاص طور پر لحاظ رکھتے تھے ، امورِ دین کی عظمت کرتے تھے ، اور تیری اس لئے دشمن ہوں کہ جو خلافت کے لئے تجھ پر فضیلت رکھتا تھا ، تو نے اس سے جنگ کی ، تو نے وہ چیز طلب کی جس کا تو مستحق نہیں تھا ، تو نے خون بہایا ، تو نے بڑا کیا ، تو نے انصاف میں رکاوٹ ڈالی ! "

معاویہ :

کیا تو نے علی کو دیکھا ہے ؟ "

عورت :

" ہاں دیکھ چکی ہوں ! "

معاویہ :

کیسا پایا تو نے ؟ "

عورت :

میں نے دیکھا، جس طرح تو نے فتنہ کھڑا کر رکھا ہے انھوں
نے کبھی نہیں کیا جس طرح تو عیش و عشرت میں پڑا ہوا ہے،
کبھی نہیں پڑے!"

معاویہ تو نے ان کی باتیں سنیں؟"

عورت:

ہاں، —— خدا کی قسم ان کی باتیں دل کو غم اور فکر سے اس
طرح صاف کر دیتی تھیں، جس طرح زیتون لوہے کا زنگ دور
کر دیتا ہے!"

معاویہ:

تیری کوئی حاجت؟"

عورت:

" اگر بیان کروں تو پوری کر دے گا؟"

معاویہ:

" ہاں ضرور"

عورت:

" مجھے سو سرخ اونٹنیاں دے!"

معاویہ:

ان کا کیا کرے گی؟"

عورت:

"ان کے دودھ سے بچوں کا پیٹ بھروں گی"

معاویہ:

اگر میں تیری یہ خواہش پوری کردوں تو کیا تو مجھے علی کی طرح پسند کرنے لگے گی؟"

عورت:

"ہر پانی صدا کی طرح بہتر نہیں ہوتا، ہر چراگاہ سعدان سے اچھی نہیں ہوتی، ہر جوان، مالک سے خوب نہیں ہوتا!"

معاویہ نے حکم دیا عورت نے جو کچھ مانگا ہے اُسے دے دیا جائے، اور پھر اس سے مخاطب ہو کر کہا

"خدا کی قسم، اگر میری جگہ علی ہوتے تو وہ تجھے کچھ بھی نہ دیتے!"

عورت نے جواب دیا:

"خدا کی قسم، وہ مسلمانوں کے مال میں سے اُون کا ایک رواں بھی نہ دیتے!" (جیسا تو نے امت کے مال کو اپنا مال سمجھ رکھا ہے)

(بحر الآداب)

۱عربی کی ایک ضرب المثل جس میں دوسرے کو اول پر ترجیح ہے۔ (مترجم)

(۱۰۰)

ایاس بن معاویہ کا انصاف

ایک آدمی نے ایک شخص کے پاس اپنا کچھ مال رکھوایا، کچھ عرصہ کے بعد، طلب کیا، مگر اس نے انکار کر دیا، یہ دونوں جھگڑتے ہوئے قاضی ایاس کے پاس پہنچے؛

مدعی نے کہا

"میں نے اس شخص کے پاس اپنا مال رکھوا دیا تھا!"

قاضی:

"کوئی گواہ؟"

مدعی:

میں نے اسے فلاں جگہ وہ مال دیا تھا، مگر کوئی اور شخص موجود نہیں تھا!"

قاضی:

"اس جگہ پر اور کیا ہے؟"

مدعی

"ایک درخت!"

قاضی

تو اس درخت کے پاس جا، درخت کو دیکھ، شاید خدا ئے تعالیٰ وہاں تجھ پر کوئی ایسی بات منکشف کر دے، جو تیرے حق کو ثابت کرنے میں معین و مددگار ہو سکے، ممکن ہے تو نے اپنا مال وہیں درخت کے نیچے دفن کر دیا ہو، لیکن بھول گیا ہو اور جب درخت پر نظر پڑے تو یاد آجائے!"

مدعی چلا گیا!

قاضی ایاس نے مدعا علیہ سے کہا،

جب تک مدعی نہ آجائے تو یہیں بیٹھ!"

وہ بیٹھ گیا!

ایاس دوسرے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اُسے دیکھتے جاتے تھے!

کچھ دیر کے بعد انھوں نے کہا،

"اے شخص ــــ کیا اب مدعی اس درخت کے پاس پہنچ گیا ہوگا؟"

مدعا علیہ :

"ابھی نہیں !"

قاضی :

"اے اعد واللہ، بیشک تو خائن ہے"

مدعا علیہ :

"مجھے معاف کر دیجئے، خدا آپ کی غلطیاں معاف کرے!"

اسی اثنا میں مدعی آگیا،

قاضی ایاس نے کہا :

"اس شخص نے تیرا دعویٰ تسلیم کر لیا، اب تو اس سے اپنا مال واپس لے لے!"

(نزہتہ القاری)

(۱۰۱)

عدل کی شان!

حکایت ہے کہ :۔

حکم بن ہشام، جو خاندان بنی امیہ میں سے تھا، اور اندلس کا خلیفہ تھا، بہت پسندیدہ اطوار کا مالک تھا، اس کے ایک عامل نے، کسی شخص کی جاریہ زبردستی چھین لی اور اُسے تحفہ کے طور پر حکم کی خدمت میں پیش کیا؛

وہ آدمی قرطبہ کے قاضیٔ شہر کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اپنی کنیز کا سارا ماجرا کہہ سنایا اور اپنی ملکیت، اور حکم کے عامل کے ظلم و جور کی ساری روداد بیان کر ڈالی؛

قاضیٔ شہر نے حکم (خلیفۂ وقت) کو حاضری کا حکم دیا، جب حکم حاضر ہوا، قاضی نے کہا:

" عدل اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کنیز یہاں حاضر نہ کی جائے، لہٰذا، اے حکم، یا تو جاریہ کو حاضر کرو ورنہ مجھے

میرے منصب سے معزول کر دے !"

حکم نے کہا

"کیا ایک اس سے بھی اچھی صورت نہیں ہو سکتی ہے ؟"

قاضی نے پوچھا

"وہ کیا ؟"

حکم گویا ہوا،

"لونڈی کے مالک سے، بہت زیادہ قیمت پر وہ خرید لی جائے!"

قاضی نے کہا :

"تمام گواہ موجود ہیں، تمام حالات سامنے ہیں، اب کوئی سودا نہیں ہو سکتا، سوا اس کے کہ عدل نافذ کر دیا جائے، انصاف ملتوی نہ کیا جائے، اور حقدار کو بے چون و چرا اس کا حق دلوا دیا جائے!"

حکم نے جب قاضی کے منہ سے یہ بات سنی، اس نے اپنے آدمی کو حکم دیا۔

"محل سے جاریہ کو لے آؤ!"

فوراً محل سے وہ کنیز، لاکر قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی، گواہوں نے گواہی دی، ہاں یہ وہی جاریہ ہے، جس کے بارے میں یہ قضیہ اٹھا ہے،

قاضی نے حکم دیا:

"لونڈی اس کے مالک کے حوالہ کر دی جائے!"

چنانچہ، فوراً، وہ جاریہ اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی اور عرصہ تک اندلس کے لوگ، عدل کی یہ کہانی، ایک دوسرے کو سناتے رہے!

---

(۱۰۲)

سُلطان صلاح الدین کا انصاف

سلطان صلاح الدین ایوبی کے حکایات عدل میں وہ قضیہ بہت اہمیت رکھتا ہے جو اس کے، اور ایک تاجر عمر الخلاطی کے مابین ہوا۔ اس واقعہ کو، قاضی بہاؤ الدین نے اپنی کتاب "سیرۃ صلاح الدین" میں یوں لکھا ہے :-

" قدس شریف میں ایک روز میں مجلس عدالت میں بیٹھا تھا کہ شیخ حسن ایک مشہور تاجر، جو عمر خلاطی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا آئے اور انھوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا، میں نے پوچھا

" تمھارا حریف کون ہے ؟ "

کہنے لگے :

" سلطان صلاح الدین، یہ لبساط عدل ہے، اور میں نے سنا ہے کہ آپ کسی کی رو رعایت نہیں کرتے ! "

میں نے دریافت کیا۔

کس معاملہ میں تمہارا جھگڑا ہے ؟ "

کہا :

" میرا ایک غلام تھا، اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے پاس بہت سی دولت تھی، جس کا وہ مالک تھا، اس دولت کا اب میں مالک ہوں، لیکن سلطان نے اس پر قبضہ کر لیا ہے، اور میں یہی مطالبہ لے کر آیا ہوں ! "

میں نے پوچھا

" مقدمہ پیش کرنے میں اتنی دیر کیوں کر دی ؟ "

بولے :

" تاخیر سے حقوق باطل نہیں ہو جاتے، یہ میرے پاس ثبوت ہے کہ وہ مرتے وقت تک میرا غلام تھا ! "

میں نے ثبوت کے کاغذات لے لئے، اور ان میں غلام کا درج تھا، اور یہ بھی کہ وہ فلاں تاجر سے، فلاں دن، فلاں مہینہ اور فلاں سنہ میں، اتنی قیمت پر خریدا گیا تھا، اسی غلامی کی حالت میں فلاں سنہ میں وہ اس سے جدا ہو گیا، لیکن کیوں جدا ہو گیا اس کا کوئی ذکر ان کاغذات میں نہیں تھا، میں نے اس آدمی سے کہا :

" اس مقدمہ کی سماعت اس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک

مدعا علیہ بھی موجود نہ ہو!"

چنانچہ معاملہ سلطان سے رجوع کیا گیا' اور ساری تحریری شہادت اسے پڑھ کر سنائی گئی اس نے جب یہ تاریخ سنی تو کہا:

"یہ سب غلط ہے' فلاں تاریخ کو' میں مصر میں تھا اور وہ غلام میری ملکیت میں میرے ساتھ تھا' میں نے اس تاریخ کو اور اس سنہ سے بہت پیشتر اُسے خریدا تھا' اور وہ اس وقت تک میری ملک میں رہا' جب تک میں نے اَسے آزاد نہیں کر دیا!"

پھر سلطان نے 'اعیان' واکابر علما' اور مجاہدین کو بطور گواہ
میں یوں
سب نے سلطان کے دعوے کی تائید میں شہادت دی
"قدس
دیکھکر وہ آدمی بہت مغموم ہوا' میں نے سلطان سے کہا:
کہ شیخ حسن بر
ص نے جو کچھ کیا ہے' وہ صرف مراحم سلطانی حاصل کرنے
آئے ا
لئے' اس وقت آپ بھی موجود ہیں' اور یہ بھی' اور یہ اچھا نہیں
معلوم ہوتا کہ یہ یونہی' ناکام ونامراد یہاں سے چلا جائے!"

سلطان نے کہا

"یہ دوسری بات ہے!"

پھر حکم دیا' اس شخص کو خلعت سے سرفراز کیا جائے' اور اُسے انعام واکرام دیا جائے' اور اس کے لئے نفقہ مقرر کر دیا جائے؛

اس واقعہ سے سلطان کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے کہ ان میں تواضع اور انقیاد الی الحق کا کتنا جذبہ تھا، اور مواخذہ کے موقع پر بھی 'ان کا کرم بے حساب' کس طرح ابرِ رحمت بن جاتا تھا!'

(النوادر السلطانیہ)

(۱۰۳)

نوشیرواں کا عدل

ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی سے ایک مکان خریدا مشتری نے مکان خریدنے کے بعد، وہاں ایک خزانہ پایا، وہ فوراً بائع کے پاس پہنچا اور اس سے کہا

"وہ خزانہ آپ کا ہے لے لیجئے!"

بائع نے کہا

میں تمھارے ہاتھ مکان بیچ چکا، مجھے خبر بھی نہ تھی کہ اس میں خزانہ ہے، اب اگر نکلا ہے تو وہ میرا نہیں تمھارا ہے!"

دونوں ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوئے نوشیرواں کے پاس پہنچے، اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا:

تم دونوں صاحب اولاد ہو؟"

ایک نے کہا

"ہاں ایک لڑکا ہے!"

دوسرے نے کہا،

"میری ایک لڑکی ہے!"

نوشیرواں نے، لڑکے اور لڑکی کی شادی کرادی، اور اس طرح، دونوں کا "جھگڑا" ختم ہوگیا!"

---

(۱۰۴)

ابو یُوسف اور معتضد باللہ!

خلیفہ معتضد باللہ کا ایک خادم ، ابو یوسف ، بن یعقوب کے پاس ایک قضیہ کے تصفیہ کے لئے حاضر ہوا ، دوران گفتگو میں اس کی آواز اپنے حریف سے بلند ہو گئی ، حاجب نے اُسے روکا ، لیکن وہ باز نہ آیا اور بلند آواز میں گفتگو کرتا رہا ۔

ابو یوسف نے اُسے بہت ڈانٹا ، پھر حاجب کو حکم دیا کہ اُسے خاموش کر کے بٹھا دیا جائے ، حاجب نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی جب فیصلہ ہو گیا ، تو وہ خادم روتا ہوا معتضد کے پاس آیا ، اور اپنی "توہین" کا سارا ماجرا سنا ڈالا ۔ معتضد نے خادم کی باتیں سنکر کہا "قاضی نے جو کچھ کیا اچھا کیا ، عدالت میں دونوں فریق یکساں ہوتے ہیں ، کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جا سکتی ، اور عدالت کے بارے میں یاد رکھ وہ عمود السلطان اور قوام الادیان ہے !

(۱۰۵)

نورالدین زنگی

نورالدین زنگی کی سیرت میں یہ بات داخل تھی کہ وہ عدل و انصاف کا بہت زیادہ لحاظ رکھتا تھا، وہ نہ کوئی ایسی چیز کھاتا تھا، نہ پہنتا تھا، نہ اُسے اپنے تصرف میں رکھتا تھا، جو اس کی ذاتی ملکیت نہ ہو، جسے اس نے اپنی کمائی ہوئی دولت سے نہ خریدا ہو، ایک مرتبہ اس کی بیوی نے تنگ حالی اور پریشانی کی شکایت کی، اس نے حمص میں اسے تین دکانیں دے دیں جو اس کی ملکیت تھیں جن سے سالانہ تقریباً بیس دینار کی آمدنی ہوجاتی تھی، اب جو بیوی نے پھر شکایت کی تو سلطان نے جواب دیا :

" جو کچھ میرے پاس تھا، وہ دے دیا، اور جو کچھ تم میرے قبضہ میں دیکھتی ہو، تو وہ میرا نہیں، مسلمانوں کا مال ہے، میں تو صرف اس کا امین اور محافظ ہوں۔ اس میں خیانت نہیں

کر سکتا' نہ تمھاری خاطر سے میں کندۂ جہنم بننے کو تیار ہوں!"
بے چاری خاموش ہو گئیں!